ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف بلاوے اور بھلائی کا حکم دے اور بدی سے منع کرے [illegible]

سکھ اور مسلمان

یعنی شیخ محمد یوسف ایڈیٹر نور مصنف سوانحعمری باوا نانک رحمۃ اللہ، باوا نانک کا مذہب، گورو کی بانی، ست اوپدیش، مسلمانوں کے احسان سکھوں پر، پروفیسر رام دیو کے چھ سوالوں کا جواب، فتح مبین، قرآن مجید اور وید، رد تناسخ، ہندو دھرم و سوراج، وید و قربانی، قدیم ہندوستان کی روحانی تعلیم، آریہ مذہب کی حقیقت، آریہ دھرم کا فوٹو، ہندو دھرم کی حقیقت، برکات اسلام وغیرہ کا وہ لیکچر جو احمدیہ مرکزی سالانہ جلسہ قادیان میں ۲۶ دسمبر ۱۹۲۶ء کو دیا گیا۔ اور اب دوستوں کے اصرار پر دوسری دفعہ کتابی صورت میں شائع کیا جاتا ہے۔

سنہ ۱۹۲۹ء

بار دوم — قیمت فی کاپی ۷ر

عرضِ حال

میں نے اس لیکچر کا پہلا اڈیشن ۲ ہزار کی تعداد میں مارچ ۱۹۲۷ء
کو شائع کیا تھا بیشتر حصہ میں نے سکھوں میں مفت تقسیم کیا اور زیادہ تر
نصف قیمت پر فروخت ہوا، دوبارہ چھپوانیکا گو اسوقت میرا کوئی
ارادہ نہ تھا مگر مجھے ایک کرمفرما (اللہ تعالیٰ انھیں حسنات دارین کا وارث
بنائے) کا والا نامہ ملا کہ ایک اسلامیہ انجمن جسکو یہ رسالہ پسند آیا ہے وہ پانصد
کاپی نصف قیمت پر خریدنا چاہتی ہے جب میں نے الماری کی تلاشی لی
تو صرف ۲۵ کاپیاں موجود تھیں لہٰذا میں نے اسے دوبارہ چھپوانا ضروری
سمجھا اور اب خاص اضافہ مع عکسی فوٹو، کاغذ، لکھائی، چھپائی بڑھیا کے
ساتھ آپکے ہاتھوں میں ہے اسکی کچھ زائد کاپیاں بھی چھپوائی گئی ہیں جو خریدکر
سکھوں میں بغرض تبلیغ مفت تقسیم کیجئے ۵۰ کاپی کے خریدار سے نصف قیمت لیجائیگی

آپکا

محمد یوسف، اڈیٹر و مالک اخبار نور، قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ط

سکھ مذہب پر میرا لیکچر

(یہ وہ لیکچر ہے جو ۲۶ دسمبر ۱۹۲۵ء کو بتقریب سالانہ جلسہ جماعت احمدیہ بمقام قادیان دیا گیا)

سکھوں کے متعلق تین قسم کے خیالات

صاحبان! سکھ مذہب کے متعلق اسوقت تین قسم کے خیالات کام کر رہے ہیں، ہندو کہتے ہیں کہ سکھ عین ہندو ہیں، سکھ خود کہتے ہیں کہ نہ ہم ہندو ہیں نہ مسلمان، ہم مسلمان ان ہر دو سے الگ ہیں، ہم کہتے ہیں کہ باوا نانک رح ایک مسلمان بزرگ تھے اس لئے سکھ مسلمانوں کے قریب ہیں، اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ جو تین مدعی ہیں ان میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق پر؟

لیکچر کی تقسیم

یہ دیکھنے کے لئے کہ فی الحقیقت باوا صاحب مسلمان تھے یا ہندو یا ان دونوں سے الگ، میں نے مضمون کو چند شقوں پر تقسیم کیا ہے اور یہ شقیں مسلمانوں اور ہندوؤں کے عقائد کے تصفیہ کے واسطے بہترین کسوٹی ہیں۔

نمبر	جو مسلمان مانتے ہیں	اس کے بالمقابل	جو ہندو مانتے ہیں
۱	کلمہ طیبہ	″	جنتر منتر
۲	نماز	″	گائیتری وغیرہ
۳	قرآن شریف	″	وید مقدس
۴	رسول	″	دیوی دیوتا
۵	حج	″	تیرتھ یاترا
۶	خدا		اوتار

۷ اسلام اور ہندوازم پر باوا نانک کا بحیثیت مجموعی تبصرہ۔

۸ باوا صاحب کے مسلمان ہونے کے متعلق سکھوں کی گواہی اور اس بات کا تاریخی ثبوت

۹ جنم ساکھی اور گرنتھ صاحب میں صداقت اسلام پر مزید روشنی۔

ان سب پر میں ایک نظر ڈالتا ہوں کہ کیا باوا صاحب ان امور کو مانتے تھے جو مسلمان مانتے ہیں یا ان امور کو جنھیں ہندو مانتے ہیں۔

مضمون کا سیاسی پہلو آج جبکہ سیاست کا زور ہے اور ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ میری طاقت بڑھ جائے۔ ہندوؤں نے اس بات پر زور دینا شروع کر دیا ہے اور وہ متواتر اس بات پر زور دیئے جا رہے ہیں کہ سکھ ہندو ہیں اور انھیں ہندوؤں سے مل جانا چاہئے اور ان کے لیکچرار وں کا اس وقت زیادہ زور اسی بات پر ہے چنانچہ مجھے لالہ اجیت رائے (آنجہانی) سوامی شردہانند (آنجہانی) اور پنڈت مالویہ جی کے لیکچر سننے کا اتفاق ہوا ہے وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح سکھوں کو اپنے ساتھ ملائیں، ہندو لیکچرار سکھوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ ہندو ہیں اور یہ بتا کر انھیں اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ سکھ ہندو نہیں، ان کی مستند کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سکھ مذہب کے بانی مسلمان تھے اور اسلام کے احکام مانتے تھے اور اور انھیں کو پسند کرتے تھے۔

کلمہ طیبہ اب میں پہلے کلمہ طیبہ کو لیتا ہوں۔ کلمہ طیبہ کی مسلمانوں کے ہاں کیا عظمت ہے اور اس کا کیا درجہ ہے یہ اس سے ہی ظاہر ہے کہ مسلمان اسے ایمان کی روح مانتے ہیں اور ایک کافر کو مسلمان بنانے کے لئے سب سے اول یہ کلمہ شریف ہی پڑھایا جاتا ہے۔ باوا صاحب اس کلمہ طیبہ کے متعلق جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲۰ پر فرماتے ہیں سے

کلمہ اک یاد کر اور نہ بھاکو بات
نفس ہوائی رکن دین تس سے ہوئیں مات

یہ پنجابی زبان ہے۔ جسے ہمارے یوپی وغیرہ کے دوست شاید نہ سمجھ سکتے ہوں، اس لئے میں اردو میں مطلب بیان کرتا ہوں۔ باوا صاحب فرماتے ہیں۔ یہ کلمہ طیبہ ہی ہے جس کی برکت سے نفسانی خواہشات دور ہو جاتی ہیں اور انسان نجات اور ہدایت حاصل

کر سکتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ سکھ صاحبان یا کوئی اور یہ کہدے کہ اس کلمہ سے مراد کلمہ طیبہ :۔
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں۔ بلکہ کوئی اور کلمہ ہے اور اس سے مراد اُن کا ست نام وغیرہ ہے، لیکن میں بتاتا ہوں کہ باوا صاحب نے جس کلمہ کا ذکر کیا ہے وہ وہی کلمہ ہے جسے مسلمان پڑھتے ہیں۔ اور سوائے اس کے اور کوئی کلمہ اس سے مراد نہیں چنانچہ آپ اسی جنم ساکھی بھائی بالا کے صفحہ ۱۴۱ پر فرماتے ہیں سے

پاک پڑھیو کلمہ یک سدا محمدؐ نال الاستے

ہوئیا معشوق خدا ایہا ایہا اُل اُلھیہ

جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلمہ پاک پڑھو۔ تو تم باری تعالیٰ کا مظہر جس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک یعنی محمدؐ آتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں سب سے پیارا اگر خدا کا ہے تو وہی ہے جس نے اپنا تن من دھن سب خدا کے نام پر قربان کر دیا تھا پس اس کا نام جس کلمے میں خدا کے نام کے ساتھ ہے وہی پاک کلمہ پڑھنا چاہئے اور اسی پاک کلمہ کے پڑھنے سے نجات ملتی ہے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

باوا صاحب کون سا کلمہ پڑھتے تھے۔

یہاں تک تو کلمہ طیبہ کا ذکر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ باوا صاحب خود بھی یہ کلمہ پڑھتے اور اس کو نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے یا نہ؟ سو اس کے لئے جنم ساکھی بھائی بالا ہی کے صفحہ ۲۷۱ پر لکھا ہے۔ باوا صاحب فرماتے ہیں سے

کلمہ اک پکار یا دوجا نائیں کوئی

کہ میرے لئے تو ایک کلمہ ہی بس ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی قول مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا، چنانچہ ان لوگوں کے دردناک حشر اور انجام کا ذکر جو کہ اس کلمہ کے برخلاف کوئی بات کہیں یا اس کی مخالفت کریں، ان الفاظ میں باوا صاحب نے بیان

کیا ہے ؎

جو کہیں ناپاک ہی دوزخ جاون سوئی

یعنی جو اس کلمہ کو بُرا کہتے ہیں ان کی سزا دوزخ ہے۔

جنتر منتر کلمہ طیبہ کے متعلق باوا صاحب کا عقیدہ اور عمل بتانے کے بعد میں یہ بتاتا ہوں کہ کیا ہندؤوں کے جنتر منتر کی بھی باوا صاحب ویسی ہی عزت کرتے تھے جیسی کلمہ کی، اور کیا اس پر بھی اُن کا ویسا ہی عمل تھا جیسا کلمہ طیبہ پر، اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ماننا پڑے گا کہ باوا صاحب مسلمان تھے کیونکہ اگر وہ مسلمان نہ تھے اور ہندو تھے تو یہ ناممکن تھا کہ وہ ہندؤوں کی باتوں کو چھوڑتے اور مسلمانوں کی باتوں کو لیتے اور یہاں تو یہ حال ہے کہ باوا صاحب نے ہندؤوں کی باتوں کو چھوڑا ہی نہیں بلکہ ان کی بُرائی بھی بیان کی ہے۔ گرنتھ صاحب میں آتا ہے جس قدر جنتر منتر ہیں، سب پاکھنڈ ہیں جیسا کہ سوہی محلہ ا میں لکھا ہے ؎

تنت منت پاکھنڈ نہ جانا رام رِدے من مانیا

۲۔ نماز روزہ وغیرہ اور گائتری

کلمہ طیبہ کے بعد نماز، روزہ کا عقیدہ ہے اور یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو ایک کافر اور مسلمان کے درمیان ما بہ الامتیاز ہے یہی حال روزوں کا ہے اسلام میں ان ہر دو کی پابندی از حد ضروری ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا باوا صاحب ان مسائل کی تردید کرتے ہیں یا ان کی تائید اور تصدیق؟ اس کا جواب شری گرو گرنتھ صاحب سری راگ محلہ پہلا میں موجود ہے جہاں آپ فرماتے ہیں ؎۔

عیب تن چکڑ وہیہ من میںڈکو کمل کی سار نہیں مول پائی

بھنور استاد نت بھاکیا بولے کیوں بوجھے جاں نہ بوجھائی

آکھن سننا پون کی بانی ایہہ من رتا مایا
خصم کی نذر یں ویس پسندی جنہیں اک کر دھایا
تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی
نانک آکھے راہ پر چلنا مال دھن کس کو سنجھائی

اس کا مطلب یہ ہے۔ تیرے عیب جو ہیں، یہ تو کل تیرے تن کا کیچڑ ہیں اور دل ان میں مینڈک کی طرح ہے اس دل کے مینڈک کے سر پر جو ہر وقت عیبوں کے کیچڑ میں لت پت ہو رہا ہے۔ کنول کا ایک پھول کھل رہا ہے۔ گُرو روپی بھونرا ہر وقت اس پھول پر بیٹھ کر اپنی دلکش آواز سے بلاتا رہتا ہے کہ اے کیچڑ میں لت پت ہونے والے مینڈک ذرا اس کیچڑ کو چھوڑ کر اوپر آ۔ اور دیکھ تیرے سر پر کیسا خوشنما کنول کھل رہا ہے۔ بھونرا یہ آواز تو دیتا ہے مگر اوپر آئے کون۔ اوپر تو وہی آسکتا ہے جسے خود کرتار راہ ہدایت دکھائے۔ ان کے سوا باقی سب اس آواز کو ایک کان سنتے ہیں اور دوسرے کان نکال دیتے ہیں، پس مبارک ہیں وہ جو اس آواز کو سنتے ہیں اور جنھیں راہ ہدایت دکھائی جاتی ہے اور جو ایک خدا کی پوجا کرتے ہیں تیس ۳۰ روزے رکھتے ہیں اور پانچ ۵ نمازیں پڑھتے ہیں۔

اس سے بڑھکر باوا صاحب کے اسلام پر اور کیا گواہی ہو سکتی ہے کہ خود شری گورو گرنتھ صاحب میں باوا صاحب کی زبان مبارک سے نماز روزہ جیسے ضروری اسلامی احکام کے متعلق تاکید درج ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص کسی چیز کو اچھا سمجھتا ہے وہ اس پر عمل بھی کرتا ہے۔

شلوک مذکورہ پر اعتراض اور اس کا جواب

میرا کوئی سکھ دوست کہہ سکتا ہے کہ صرف تیس کا لفظ آجانے سے روزے اور پانچ کا لفظ آجانے سے نماز کہاں سے ثابت

ہوگئی ممکن ہے اس کا کوئی اور مطلب ہی ہو۔ اور آپ نے یونہی کھینچ تان کر اس سے روزہ وغیرہ اپنے مطلب کا مفہوم بنا لیا ہو۔

تاریخ گرو خالصہ کی شہادت سو میں اس بات کے ثابت کرنے کے لئے تاریخ گرو خالصہ کو پیش کرتا ہوں۔ اس تاریخ کے صفحہ ۵۵ پر صاف لکھا ہے ؎

جَ:۔ جمع کرنا مدی پنج نماز گذار ؛
باجھوں نام خدائیدے ہوسیں بہت خوار

مطلب اللہ کے نام کی جمع کرو جو دین و دنیا میں تمھارے کام آوے اور یہ جمع سیتا رام وغیرہ کہنے سے نہیں بلکہ باقاعدہ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھنے سے۔ تاریخ گرو خالصہ کا مصنف بہ وثوق کہتا ہے کہ یہ شلوک شری گورو نانک صاحب کا ہے۔

تاریخ گورو خالصہ کوئی غیر مستند کتاب نہیں، بلکہ یہ ایک مستند کتاب ہے اور اس کے مصنف کی تصانیف پر مہاراجہ صاحب پٹیالہ نے لاکھوں روپے صرف کئے جن کا نام سردار گیان سنگھ جی گیانی اور سکھوں کے مشہور مؤرخ گذرے ہیں جنھیں دیگر سامانوں کے علاوہ معقول تنخواہ بھی اسی تاریخ کے لکھنے کیلئے دی جاتی تھی۔ سو یہ تاریخ غیر مستند تاریخ نہیں کہ اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ بلکہ یہ مستند ہے اور سردار گیان سنگھ جی گیانی نے اپنی طرف سے بڑی تحقیق اور تدقیق کے بعد لکھی ہے اس لئے اس تاریخ کا یہ بتانا کہ یہ شلوک باوا جی کا ہی ہے تمام اعتراضوں کو دور کر دیتا ہے ایسا ہی اور بھی چند ثبوت ہیں مگر وقت کی کمی کے باعث میں اسی کو کافی سمجھتا ہوں۔

تیس اور پانچ کے الفاظ سے تیس روزے اور پانچ نمازیں اب رہا یہ امر کہ تیس اور پانچ کے الفاظ سے تیس روزے اور پانچ نمازیں کس طرح نکل آئیں، سو اس کے لئے میں شری گرو گرنتھ صاحب کی ایک تفسیر پیش کرتا ہوں جو مہاراجہ فریدکوٹ نے لاکھوں روپیہ خرچ کر کے لکھوائی اور چھپوائی ہے

گرنتھ صاحب کی اس تفسیر کا مفسر بھی یہی معنی کرتا ہے کہ ان سے روزے اور نماز مراد ہیں اور یہ بھی تسلیم شدہ امر ہے کہ یہ شلوک باوا صاحب کا ہے۔

باوا صاحب کی اپنی گواہی اس کے ماسوا خود حضرت باوا صاحب بھی گرنتھ صاحب آدسری راگ محلا پہلا میں فرماتے ہیں ؎

پنجوقت نماز گذاریں پڑھو کتیب قرآنا

نانک آکھے گور سدیہی رہیو پینا کھانا

جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز پنجگانہ کو پابندی سے ادا کرو، نانک نصیحت کرتا ہے کہ اس سے غفلت نہ کرو، معلوم نہیں کس وقت گور یعنی قبر تیرے لئے اپنی گود کو کھولدے اور تو اس میں چلا جائے، اسلئے تلاوت قرآن کریم سے کبھی روگردان نہیں ہونا چاہئے اور یہ دنیا کا مال و دولت اور دنیا کے جھگڑے دھندے یہیں کے یہیں رہ جائیں گے، ساتھ جائینگے تو نیک عمل، اس لئے نماز پنجگانہ کو باقاعدہ ادا کرو کہ یہی ساتھ جانیوالی چیز ہے نیز جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔

تاریخ گرو خالصہ صفحہ ۵۵ پر بھائی گیان سنگھ جی گیانی نے بھی لکھا ہے کہ باوا صاحب فرماتے ہیں ؎

جمع کر نام دی پنج نماز گذار ؛

باہجوں نام خدائیدے ہوسیں بہت خوار

مطلب ظاہر ہے جس طرح پہلے حوالہ میں گور (یعنی قبر) کے لفظ سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ آپ اسلامی عقائد کے پابند تھے۔ اسی طرح یہاں بھی پانچوں وقتوں کی نمازوں کی تاکید کرتے ہوئے بتا دیا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اسماء کو جمع کرو اور جے سیتا رام جی یا اور اس قسم کی جملوں کا استعمال نہ کرو کیونکہ جو خدا کے سوا کسی اور کا نام لیتا ہے وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے اور اسی طرح پانچوں نمازیں ادا نہ کرنے والا بھی رسوا اور ذلیل ہوتا ہے۔

یہی نہیں کہ اس پر ہی باوا صاحب نے بس کر دی ہو، بلکہ عین اسلامی تعلیم کے مطابق تارکان نماز کو سخت وعید بتلاتے ہیں جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲۰ پر فرماتے ہیں ؎

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گویں۔

یعنی ان پر لعنت ہے، جو نمازوں کو ترک کرتے اور جو کچھ تھوڑا بہت کمایا گویا اس کو بھی ہاتھوں ہاتھ ضائع کر رہے ہیں۔

یہہ بالکل واضح الفاظ ہیں، اب کون ہے، جو ان حوالجات کے ہوتے ہوئے یہ کہے کہ باوا صاحب مسلمان نہیں تھے، اور یہ کہ سری راگ محلہ پہلا کے شلوک کے ان الفاظ سے کہ ؎

تہیہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائے

پانچ نمازیں اور تیس روزے مراد نہیں۔

تیس روزے دوستو! جیسا کہ ان حوالوں سے جو میں نے پیش کئے، اور ان حوالوں سے جو میں ابھی پیش کرونگا، ثابت ہوتا ہے کہ باوا صاحب کے اس شلوک سے مراد پانچ نمازیں ہی ہیں، ایسا ہی میں تیس روزوں کا ثبوت بھی دیتا ہوں، اگرچہ گرنتھ صاحب کی اس تفسیر کے بعد جو مہاراجہ فریدکوٹ نے کرائی اور اس تاریخ گورو خالصہ کی شہادت کے بعد جو مہاراجہ پٹیالہ نے لکھوائی، اس بات کی ضرورت نہ تھی کہ میں اور حوالجات پیش کرتا، مگر ہو سکتا ہے کہ ان سے کسی شخص کی تسلی نہ ہو سکے اسلئے میں اور ثبوت پیش کرتا ہوں چنانچہ روزوں کے متعلق جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۴۳ میں باوا صاحب کا قول مذکور ہے جو اس طرح ہے ؎

نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب
صاحب دا فرمایا لکھیا وچ کتاب

دُنیا دوزخ اوہ چڑھے جو کہے نہ کلمہ پاک
مکروہ تریہے روجڑے پنج نماز طلاق
لقمہ کھائے حرام دا سرتے چڑھے عذاب
جو راہ شیطان گم تھیئے سو کیونکر کریں نماز
آتش دوزخ ہاویہ پایا تنہاں نصیب
بہشت حلال کھاونا کیتا تنہا پلید
نانک آکھے رکن دین کلمہ سچ پچھان
اکو روح ایمان دی جو ثابت رکھے ایمان

کلمہ، نماز، روزہ، دوزخ، بہشت، کتاب یعنی قرآن، حلال، حرام، طلاق، شیطان وغیرہ وغیرہ کا نام جس صفائی سے لیا گیا ہے اور جس طرح ان کے متعلق بتایا گیا ہے کہ یہ سب خدائے تعالیٰ کے احکام ہیں جو کتاب یعنی قرآن میں درج ہیں، وہ ظاہر ہے، کیا عقلمند آدمی کے سمجھنے کے لئے یہ کافی نہیں کہ باوا صاحب مسلمان تھے اور پکے مسلمان تھے، ماسوا اور باتوں کے پانچ نمازوں کے ساتھ تریہہ روجڑوں (یعنی تیس روزوں) کا ذکر کرنا کیا اس بات کا ثبوت نہیں کہ اس شلوک میں بھی روزے ہی مراد تھے پھر باوا صاحب نے اور بھی متعدد مقامات پر روزوں کے متعلق فرمایا ہے مثلاً محلا پہلا وار آسا میں فرماتے ہیں سہ

اونہیں دُنیا توڑے بندھن ان پانی تھوڑا کھایا

یعنی روزے رکھنے والے دنیا میں رہتے ہوئے خدا کے جوار رحمت میں ہیں اور

طرح سے خدا کے فضل کے وارث ہیں۔

باوا صاحب اور اذان نماز کیلئے یہ ضروری ہے کہ پہلے اذان دی جائے، سو اس کے لئے جنم ساکھی کلان صفحہ ۳۰۳ سطر ۲۵ پر درج ہے ؎

کن وچ انگلیاں پائیکے تب نانک دتی بانگ

ایسا ہی واران بھائی گورداس جی کے صفحہ ۱۴ سطر ۵ میں لکھا ہے ؎

دتی بانگ نماز کر سن سماں ہویا جہاناں

اسی طرح اور مقامات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ باوا نانک صاحب نے اذان دی، نمازیں پڑھیں، وضو کیا، حج کیا، مسلمان زہاد کی طرح کوزہ و مصلے ہر وقت اپنے ساتھ رکھا، اور مراحل روحانیت طے کرنے کے لئے صوفیہ کے رنگ میں اسلامی بزرگوں کے مزاروں پر چلے کاٹے، غرضیکہ تمام اسلامی طریق عبادت اور اس کے لوازمات کو پورا کیا، ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے کیا باوا صاحب کے مسلمان ہونے میں کوئی کسر باقی رہجاتی ہے،

نماز روزہ اور گائیتری پھر یہ بات اس وقت اور بھی روشن ہو کر سامنے آجاتی ہے، جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام اور اسلامی طریق عبادت کی باوا صاحب تعریف کرتے اور اپنے لئے اور دوسروں کے لئے اسے واجب العمل قرار دیتے ہیں۔ مگر ہندو مذہب اور اس کی عبادت کے طریقوں کو ناپسند کرتے ہیں، اور اس سے ہر ایک کو بچنے کی تاکید کرتے ہیں،

پیارے بھائیو! جیسا کہ میں نے کلمہ طیبہ کے مقابل جنم منتر کے متعلق باوا صاحب کی رائے آپ کے سامنے پیش کی ہے، ویسے ہی اب نماز روزہ کے مقابل ہندوؤں کی گائیتری، سندھیا، اپاستا وغیرہ کے متعلق باوا صاحب کی رائے

پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا، کہ باوا صاحب ایک سچے مسلمان کی طرح ہندوؤں پر ان کی عبادات کے نقص بیان کرتے رہے ہیں اور انھیں فرماتے رہے ہیں کہ ان کو چھوڑ دو، ان میں کچھ نہیں، فرماتے ہیں ؎

سندھیا ترپن کرے گائیتری بن بوجھے دکھ پایا
منوا استھر سندھیا کری وچار نانک سندھیا کری من مکھی جیو نہ ٹکے مر جنمے وار دوا
(گرنتھ صاحب آد وار بہاگڑا)

مطلب یہ جو تم سندھیا اور گائیتری وغیرہ کرتے ہو یہ بالکل فضول اور بے فائدہ ہے اس سے نہ تو تزکیہ نفس ہوتا ہے، اور نہ وصال خداوندی میسر آتا ہے، اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

ایک طرف اس کو رکھئے اور دوسری طرف نماز روزہ کے متعلق جس شد و مد سے باوا صاحب نے ارشاد فرمایا ہے اور عمل کیا ہے، اس کو رکھئے اور موازنہ کیجئے کہ باوا صاحب کا مذہب کیا ہے۔

باوا صاحب نہ صرف نماز اور روزہ کے متعلق پسندیدگی کا اظہار کرتے اور صرف اپنے عمل کو اس کے مطابق بناتے ہیں، بلکہ دوسروں کو بھی تاکید کرتے اور ڈراتے ہیں کہ وہ ان کو ترک نہ کریں۔ پھر گرنتھ صاحب آد کے صفحہ ۱۲۷۸ پر لکھا ہے اور گرنتھ صاحب آد وہ کتاب ہے کہ جس کے متعلق سکھ دوستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کے ایک حرف سے روگردانی کرنے سے بھی انسان خدا کی رضامندی سے دور ہو جاتا ہے۔ بہرحال گرنتھ صاحب آد کے صفحہ ۱۲۷۸ پر جو شلوک اس بارے میں درج ہیں یہ ہیں ؎

فریدا بے نماز اکتیا ایہ نہ بھلی ریت
کدی چل نہ آیوں پنجے وقت مسیت

اُٹھ فریدا وضو ساہ صبح نماز گذار
جو سر سائیں نہ نویں سو سر کپ اُتار
جو سر سائیں نہ نویں سو سر کیجے کائیں
کُنی ہیٹھ جلائیے بالن سندے تھائیں

ایسا ہی جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۲۱ پر ہے ۔

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہت کھٹیا ہتھوں ہتھ گویں

مطلب: بے نماز کتے کی طرح ہے اس سے بڑھکر بد تر اور کون ہے، جو مسجد میں پانچ وقت نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتا، مسجد میں آکر جو سر خدا کے حضور میں نہیں گرتا وہ اس قابل ہے، کہ اُسے اُڑا دیا جائے اور ایندھن کی جگہ جلایا جائے، ایسے ہی اور بہت سے مقامات ہیں، جو اسی طرح نماز کی تاکید اور تارک نماز کے لئے وعید پیش کرتے ہیں، لیکن کیا سندھیا یا گائیتری وغیرہ کے متعلق بھی ایسا زور دیا اور کیا اس کے تارکوں کے لئے بھی اسی قسم کی وعید بیان کی؟ یقیناً نہیں۔ بلکہ وہاں تو یہ کہا کہ یہ یوں ہی فضول ان کو چھوڑ دو، کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔

۳۔ قرآن شریف اور وید مقدس

مسلمان قرآن پاک کو خدا کی کتاب سمجھتے ہیں اور ہندو وید کو، باوا صاحب گرنتھ صاحب صفحہ ۸۳۶ پر فرماتے ہیں۔

پت دن پوجا ست دن سنجم جت دن کاہے جنیؤ
ناوہو دہوتی تلک چڑہاؤ پیچ دن سوچ نہوئی
کل پروان کتیب قرآن۔ پوتھی پنڈت رہے پران

مطلب یہ کہ پوجا پاٹ، چھوت چھات، جنیؤ پہننا، اشنان کرنا اور تلک لگانا کوئی بھی تو چیز اس زمانے میں کام نہیں آسکتی، مگر ایک ہی کتاب ہے جو اس کل یگ جسے مسلمان فیج آعوج کے نام سے پکارتے ہیں، کے عہد میں کام آسکتی ہے اور وہ قرآن مجید ہے، ہاں وہی قرآن مجید کہ جس کے سامنے نہ پوتھیاں کچھ حقیقت رکھتی ہیں نہ پران نہ پنڈت اس جیسی حقیقت بیان کر سکتے ہیں اور نہ دووان اس جیسی معرفت بتا سکتے ہیں۔

پھر جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۴۷ پر باوا صاحب فرماتے ہیں۔

توریت، زبور، انجیل، ترے پڑھ سن ڈٹھے وید
رہی قران کتاب کل یگ میں پروار

یعنی قرآن شریف کے بالمقابل توریت، زبور۔ انجیل۔ اور وید کوئی بھی تو ایسی کتاب نہیں، جو انسان کو گناہوں، پاپوں اور بدیوں سے بچا سکے۔

ایسا ہی جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۳۲۰ پر فرماتے ہیں۔

تیہے حرف قرآن دے تیہے سپارے کیں
تس وچہ پند نصیحتاں سن کر کرو یقین

یعنی قرآن شریف کے تیس حروف اور تیس ہی اس کے پارے بنائے گئے ہیں

اور اگر کوئی نصیحت و موعظت کسی کتاب میں ہو سکتی ہے، تو وہ اسی کتاب میں ہو سکتی ہے اور یہی وہ کتاب ہے جس میں معرفت الٰہی کے راز اور قرب خداوندی کے اسرار بیان کئے گئے ہیں، پس یہی کتاب ایمان لانے کے قابل ہے اور اسی پر ایمان لانا چاہیئے اور اسی پر یقین کرنا چاہیئے۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں میں خدا اور رسول اور قرآن کی قسمیں کھاتے ہیں، باوا صاحب اس طرح کی قسمیں کھانے والوں کے متعلق جنم ساکھی بھائی بالا میں فرماتے ہیں ؎

کھاون قسم قرآن دی کارن دنی حرام
آتش اندر سڑسن آکھے نبی کلام ؎

فرماتے ہیں، جو قرآن جیسی بزرگ کتاب کی جھوٹی قسمیں بار بار کھاتے ہیں اور دنیا کی معمولی معمولی باتوں کے لئے اس کی حلف اٹھاتے ہیں بلاشک وشبہ وہ دوزخی ہیں اور دوزخ کی آگ کے اندر جلنے والے ہیں، اور فرماتے ہیں، یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا، بلکہ یہ نبیؐ کا کہنا ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، باوا صاحب تو قرآن جیسی کتاب کی جھوٹی قسم کھانے والے کو بھی موجب خسران سمجھتے ہیں، پھر اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا آپ کیوں نہ اپنے لئے اور اپنے چیلوں کے لئے ضروری سمجھتے ہوں گے، پس سکھ بھائیوں کو اس پر غور کرنا چاہیئے، کہ باوا صاحب کے دل میں اسلام اور اسلام کے نبیؐ کی، اور اسلام کی کتاب کی کس درجہ عزت تھی اور کس حد تک وہ ان کے ذریعے فلاح پانا بتا رہے ہیں۔

پھر وار آسا محلہ ا پہلا میں درج ہے

نانک میرو شریر کا ایک رتھ ایک رتھوائے
جگ جگ پھیر وٹایا گیانے نیجھے تائے

سام کہے ستمبر سوامی سچ میں آچھے سچ رہے
سب کو سچ سماوے !!

رگ کہے رہیا بھرپور رام نام دیوا میں سور
نام لیا پراشچت جائے
نانک تیون مو کھنتر پائے

نج میں جور چھلی چندراول کاہن کرشن جادم بھیا
پارجات گوپی لے آیا بندرابن میں رنگ کیا
کل میں بید اتھرون ہویا ناؤ خدائے اللہ بھیا
نیل بستر لے کپڑے پہرے ترک پٹھانی عمل کیا

مطلب :- باوا صاحب اس جگہ فرماتے ہیں کہ یہ عالم یعنی کائنات ایک رتھ پر سوار ہے اور اس رتھ کے چلانے والا ایک ہی ہے ہاں وقتاً فوقتاً ضروریات زمانہ کے لحاظ سے رتھ بدلتے رہے ہیں، مگر اس کے چلانے والا یعنی "رتھوا" کبھی نہیں بدلا، شروع سے ایک ہی رہا ہے، ست یگ کے زمانہ میں یہ رتھ جس پر سوار ہو کر اہل دنیا دینی اور دنیوی مصائب سے محفوظ رہے سام وید تھا، اور دنیا کے دوسرے عہد یعنی ترتیا یگ میں رگ وید تھا اور دنیا کے تیسرے عہد یعنی دواپر میں یجر وید تھا اور دنیا کے اس آخری زمانہ میں جسے ہندو لوگ "کل یگ" کے نام سے پکارتے ہیں اور مسلمان "فیج اعوج" کہتے ہیں، ایسے پُر آشوب زمانہ میں دنیا کی نجات کیلئے وہ وید جس جی برہما کے نام کو

"اللہ" کے لفظ سے پکارا گیا ہے اور اس وید کے ماننے والے تُرک اور پٹھان ہوں گے، اب جائے غور ہے کہ وہ کون سا وید ہے جس میں پرماتما کا نام "اللہ" کہا گیا ہے صاف ظاہر ہے کہ یہ وید قرآن مجید ہی ہے۔ جس کی پہلی ہی سورۃ میں الحمد للہ رب العالمین یعنی سب تعریف "اللہ" ہی کے لئے ہے جو عالمین کا رب ہے، اور ترک اور پٹھان کس وید کو مانتے ہیں، قرآن مجید ہی کو، تو باوا صاحب کا یہ فرمانا کہ کل یگ یا فیج اعوج کے زمانہ میں صرف قرآن مجید ہی وہ وید ہے جس کو پڑھ کر اور جس کی ہدایات پر عمل کر کے انسان نجات اور مکتی حاصل کر سکتا ہے یہ سکھ دوستوں کے لئے بہت ہی قابل توجہ ہے کیونکہ یہ ان کے گورو اعظم حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے اور پھر یہ اس بانی "اقوال" میں درج ہے جسے ہر ایک عقیدتمند سکھ روزانہ صبح کے وقت پڑھتا ہے یعنی آسا دی وار" میری درد دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے سکھ دوستوں کو اس شلوک پر تدبر کرنے کی توفیق دے،

پھر ایسا ہی شریعت پر عمل کرنے کے متعلق فرماتے ہیں۔ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲۰۔

بدعت کو دور کر قدم شریعت راکھ
نیوں چل آگے سب دے مندا کسی نہ آکھ

اِس شلوک میں حضرت باوا صاحب نے شریعت پر عامل ہونے کے لئے بہت زور دیا ہے آپ فرماتے ہیں، شریعت پر چلنا بدیوں سے بچنا ہے، پس اے مرد خدا تو متواضع اور فروتن بن اور پیار اور محبت اور خلوص کے ساتھ ہر ایک سے پیش آ اور شریعت کی پابندی کر، کہ شریعت کی پابندی ازبس ضروری ہے۔

میں اپنے دوستوں کو یہ بات نوٹ کرانا چاہتا ہوں کہ یہ شریعت اسلام ہی ہے، گویا باوا صاحب اس جگہ اسلام کے متعلق یہ فرما رہے ہیں کہ اس کے

حکموں پر چل، کیونکہ ہندو عقائد سے تو باوا صاحب برملا کنارہ کشی کا اظہار فرما چکے ہیں اور پھر ہندو عقائد پر شریعت کا لفظ بھی نہیں بولا جاتا پس یہ وہی شریعت ہے جو اسلام لایا۔

حضرات! قرآن شریف کے متعلق میں نے مختصر طور پر باوا صاحب کے عقیدہ کو پیش کیا ہے، اب میں ویدوں کے متعلق بھی اسی طرح باوا صاحب کے خیالات کو پیش کرتا ہوں۔

وید اور حضرت باوا صاحب

قرآن شریف کے متعلق تو بابا صاحب فرما چکے ہیں کہ یہ پند و نصیحت کا خزینہ ہے اور اس کل یگ میں اگر کوئی کتاب پروار چڑھی ہے تو وہ قرآن شریف ہی ہے کیونکہ معرفت الٰہی اور قرب ربانی اسی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اب سنیئے ویدوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں (سورٹھ محلہ پہلا)

شاستر وید بکے کھٹر و بھائی کرم کرو سنساری

پاکھنڈ میل نہ چوکئی بھائی انتر میل وکاری

مطلب یہ کہ اس وقت شاستر اور وید ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کے پڑھنے سے تزکیہ نفس اور قلبی صفائی حاصل ہو، اور خواہشات نفسانی کم ہوں، تو جب اس سے نہ روحانیت نہ خشیت اور نہ طہارت پیدا ہو تو پھر اس کے پڑھنے سے کیا فائدہ؟

پھر اسی پر اکتفا نہیں کی، بلکہ گورو صاحب نے اس بارے میں اپنی صاف رائے کو بھی بیان فرما دیا، کہ اس میں سے کسی کو بھی کچھ نہ ملا، چنانچہ گرنتھ صاحب ملار محلہ ۳ میں فرماتے ہیں ؎

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس

ہر نام چیت نہ آوئی نہہ نج گھر ہوئے واس

یعنی اور تو اور رشی اور منی کہلانیوالے بھی ویدوں کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے لیکن حیات جاودانی نہ پا سکے، وید سراسر معرّا از معرفت ہیں خدا اور خدا کے محب محمد خدا کے پاک بندوں پر آشکار ہوتے ہیں وید ان سے نا آشنائے محض ہیں پھر گرنتھ صاحب کے اسی ملار محلہ میں فرماتے ہیں سے

ترگن بانی وید وچار
بکھیا میل بکھیا و پار

ہندوؤں کے بزرگوں نے بھی ان ویدوں کو پڑھا، مگر پھر بھی گیان نہ پا سکے۔ پھر اسی موقعہ پر گرنتھ صاحب میں وید پڑھنے کے باوجود شانتی یعنی اطمینان قلب حاصل نہ ہونے کے متعلق فرماتے ہیں سے

وید پڑھے ہر نام نہ بوجھے
مایا کارن پڑھ پڑھ لوجھے

کہ ویدوں کے پڑھنے سے شانتی تو کیا حاصل ہوتی ہے اس سے تو اور بھی بے اطمینانیوں کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔
غرض اسی طرح بے شمار مقامات پر ویدوں کے متعلق باباصاحب نے ایسی ہی رائے کا اظہار فرمایا ہے اب ان کی اس رائے کو جو قرآن پاک کے متعلق آپ نے ظاہر فرمائی اور اس رائے کو جو آپ نے ویدوں کے متعلق ظاہر فرمائی، سامنے رکھ کر دیکھیں اور پھر ان کے عمل کو بھی مدنظر رکھ کر بتائیں کہ کیا

باوا صاحب مسلمان نہیں؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہوا ہو۔ وہ ہندوؤں کے مذہب سے تو بیزاری اور مسلمانوں کے مذہب سے اُنس ظاہر کرے بلکہ اس کے مطابق اپنے عمل کو بھی اور صورت کو بھی بنائے، اور صاف اعلان کر دے کہ میں مسلمان ہوں۔ اور میرا دین مسلمانوں کا دین ہے مگر پھر بھی ہندو کا ہندو ہی رہے

۴۔ رسول اور دیوی دیوتا

اس کے بعد رسول اور دیوی دیوتا کے متعلق باوا صاحب کا فیصلہ ہے، وہ بھی بتاتا ہے کہ باوا صاحب مسلمان تھے، رسولوں میں سے سب سے بڑے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے ہیں، اور ہندو برہما، وشن اور مہیش ان تینوں کو عظیم الشان دیوتا مانتے ہیں، اب دیکھئے، باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالا کلاں صفحہ ۲۰۶ میں فرماتے ہیں ؎

اوّل خود خدا سی قدرت نور کہائے ٭ برہما وشن مہیش تین پھر قدرت لئے بنائے
راجس سہاسک تامسی ایا گن ات کیں ٭ تینوں مل غلیظ ہوئے تانتے بھی زمین
اوّل آدم مہیش ہوئے دوجا برہما ہوئے ٭ تیجا آدم مہادیو محمدؐ کہے سب کوئے

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندو لوگ سب سے بڑے دیوتا برہما، وشن اور مہیش کو مانتے ہیں، ان میں جو جو خوبیاں تھیں، اور جو جو صفات اور گن ان میں پائے جاتے ہیں وہ بھی اور تمام دوسرے مہا پرشوں، مہاتماؤں، مہا گیانیوں، مہادیوں اور مہا گروؤں کے تمام صفات بھی اس ایک وجود میں یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پائے جاتے تھے، گویا وہ خدا کے بعد اس دھرتی پر جامع جمیع صفات کاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے، اور یہی "مہادیو"، یعنی دیوتاؤں کے سردار ہیں،

ہندو تو ان ہر سہ مہادیوں کو خدا جانے کیا سے کیا سمجھ رہے ہیں۔ انھوں نے تو اُن کو خدائی صفات دے رکھی ہیں، مگر باوا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ خدا سے بے نیاز نہ تھے، بلکہ وہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح اس کے محتاج تھے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

برہما۔ بشن مہیشن دوارے ٭ اور بھی سیویں لکھ اپارے

کہ یہ بھی مثل دوسرے انسانوں کے خدا ہی کے محتاج ہیں۔ اسی کے دیئے ہوئے رزق سے پلتے ہیں، اسی کے دیئے ہوئے پانی، اسی کی بخشی ہوئی روشنی، اسی کی عطا کی ہوئی نعمتوں سے متمتع ہو رہے ہیں۔

۵۔ حج کعبہ اور حضرت باوا صاحب رح

پھر جب حضرت باوا صاحب حج کے لئے جا رہے تھے، تو انھوں نے جو دعا، خدا تعالےٰ کے حضور میں نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ کی، وہ بھی اس بات کو بتا رہی ہے کہ باوا صاحب مسلمان تھے اول تو حج کو جانا اسبات کی دلیل ہے کہ آپ مسلمان تھے لیکن اس دعا نے تو اور بھی صاف فیصلہ کر دیا کہ آپ یقیناً مسلمان تھے، اور کسی دیوی دیوتا کے پوجاری نہیں تھے بلکہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرماں بردار تھے۔ چنانچہ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۰۲ پر لکھا ہے۔ کہ باوا صاحب نے راستہ میں گڑ گڑا کر اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کی کہ

"ہے بھگوان تو نے پیغمبراں دا پیغمبر محمد مصطفےٰ نوں سنسار دی گتی کے لئے بھیجیا، مگر لوگ غفلت دی نیند سوئے ہوئے ہیں"

اس دعا میں کسی دیوی دیوتا کا نام نہیں لیا گیا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا گیا ہے۔ جن کو باوا صاحب دنیا کے ہادی اور پیغمبروں کے سردار مانتے ہیں۔

مضمون میں اختصار برادران! وقت تھوڑا ہے۔ اس لئے میں اس موازنہ کو اتنا ہی پیش کر کے دیگر امور کو لیتا ہوں، چونکہ وقت کم رہ گیا ہے اس لئے مجبوراً مجھے ان کو بھی مختصر کرنا پڑیگا۔

حج اور تیرتھ یاترا یہ ظاہر ہے کہ مسلمان اگر حج کو جاتے ہیں تو ہندو تیرتھ یاترا کرتے ہیں، اب ہمیں دیکھنا ہے کہ ان ہر دو میں سے باوا صاحب نے کس کو پسند کیا ہے۔ ایک خدا ترس شخص کے لئے تو یہی کافی ہے کہ باوا صاحب کو الہام میں حکم دیا جاتا ہے۔

"اے نانک! حضرت مکّہ مدینہ کا حج کر" (جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۳۶)

اور وہ اس پر یقین کر لیگا۔ کہ یقیناً باوا صاحب مسلمان تھے، ممکن ہے کوئی ان صاف لفظوں کے ہوتے ہوئے کہدے کہ مکہ مدینہ کے حج سے ہردوار یا کانشی یا کسی اور تیرتھ کی یاترا مراد ہے۔ سو اگرچہ یہ اس کی غلطی ہوگی، مگر میرے دوستو! میں بتاتا ہوں کہ اس "حضرت مکہ مدینہ" سے مراد وہی مکہ مدینہ ہے جو عرب میں واقع ہے اور جہاں تمام روئے زمین کے مسلمان جاتے ہیں۔ نہ کہ کوئی اور تیرتھ۔ کیونکہ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۸۵ پر باوا صاحب کا ایک اور الہام درج ہے۔ جس میں صاف طور پر ہندوؤں کے تیرتھوں کو منسوخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ پھر باوا جی کو الہام ہوا کہ۔

"وڈیائی تسانوں شیخ دی ملی ہے۔ دیول دیوتے اور پراچین تیرتھ جو ہندوؤں دے ہن انہاں نوں منسوخ کرو اور کوزہ اور بانگ اور مصلّے دی مہما جہان وچ ورتاؤ"

مطلب بالکل صاف ہے کہ باوا جی کو الہام ہوتا ہے کہ آپ کو شیخ کا رتبہ دیا گیا ہے

ہندوؤں کے دیول دیوتے اور قدیمی تیرتھ جو شرک کی جڑھ ہیں ان کا رد کرو۔ اور روزہ اور اذان اور مصلے کے فوائد لوگوں کو سمجھاؤ۔

"حضرت مکہ مدینہ" کا حج اور ہندوؤں کے دیول دیوتاوں اور پراچین تیرتھوں کی تردید کا حکم بذریعہ الہام ملنا اور باوا صاحب کا اس پر عملدرآمد کرنا آپ کے مسلمان ہونے پر شاہد ناطق ہے پھر ان آسمانی حکموں کی تعمیل میں باوا صاحب حج کو گئے۔ بے شک باوا صاحب بعض تیرتھوں میں بھی گئے۔ مگر وہاں جاکر کیا کیا یہی کہ ان کی تردید اور ان میں رہنے والے لوگوں کو تلقین ھدایت کی، نہ یہ کہ وہاں جاکر ان لوگوں جیسے ہی عمل کیے چنانچہ گرنتھ صاحب ماجھ محلہ ۱ میں آپ فرماتے ہیں ؎

تیرتھ نہاوے نہ اوترس میل ؛ کرم دھرم سب ہومے پھیل

یعنی تیرتھوں کے نہانے سے دلی پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی دل دنیوی ملونیوں سے الگ ہوتا ہے بلکہ تیرتھوں کی یاترا سے تمام نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں پھر ایسا ہی گرنتھ صاحب ماجھ محلہ ۳ میں فرماتے ہیں ؎

ایہہ من میلا اک نہ دھیائے ؛ انتر میل لاگی بہو دوجے بھائے

تٹ تیرتھ و سنتر بھوئے اہنکاری ہور ودھیرے ہومے میل لاونیاں

یعنی آلائش گناہ سے ملوث ہونا اور اس سبب سے خدا کا انکار کرنا موجب خسران ہے تم خیال کرتے ہو کہ تیرتھوں کی یاترا سے تمھارے دل پاک ہو رہے ہیں تمھارے دل پاک نہیں ہو رہے بلکہ تکبر اور غرور سے بھرے جا رہے ہیں اور خدا کو تکبر اور غرور پسند نہیں بلکہ عجز و انکسار پسند ہے۔

اسیطرح آپ فرماتے ہیں {دھناسری محلہ پہلا} گرنتھ صاحب}

تیرتھ نہاون جاؤ تیرتھ نام ہے ؛ تیرتھ شبد بیچار انتر گیان ہے

تم تیرتھوں کی جاترا کے لئے اس قدر مصائب برداشت کرتے ہو، لیکن یہ اصلی تیرتھ نہیں - اصلی تیرتھ تو خدا تعالیٰ کی بندگی ہے - اسی کی عبادت میں سب تیرتھ ہیں - سو چاہئے کہ اسی کی محبت اور اسی کے گیان اور اسی کی معرفت کے تیرتھ میں اشنان کرو، تا تمھیں حقیقی اطمینان قلب حاصل ہو اور تم رضائے الٰہی پا سکو -

حج کے متعلق جس قدر شد و مد کے ساتھ باوا صاحب نے عقیدت ظاہر کی ہے اور جس طرح آپ نے اپنے سفر حج کو اختیار کیا وہ بہت سے حضرات پر عیاں ہے اور کچھ میں نے بیان بھی کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ حضرت باباصاحب مسلمان تھے اس قدر کافی ہوگا -

۶ - خدا اور اوتار

حضرات اب میں آپ کو باوا صاحب کے متعلق یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ اوتاروں کے قائل تھے یا خدا کے - مجھے یہ بات بتانے کی شاید ضرورت نہیں ہوگی کہ اوتار کیا چیز ہے اور ہندوؤں کا اس کے متعلق کیا عقیدہ ہے - میرے دوست ایک نبی یا ایک پیغمبر یا ایک رسول کے آنے اور اس کے کاموں سے خوب واقف ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایک نبی یا ایک رسول یا ایک پیغمبر کن حالات میں آتا ہے اور آکر کیا کام کرتا ہے، کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ سب یہ جانتے ہیں کہ جب روحانیت دنیا سے دور ہو جاتی ہے تو خدا تعالیٰ اس روحانیت کو پھر پیدا کرنے کے لئے کسی شخص کو مامور کرکے دنیا میں بھیج دیتا ہے اور اس مامور کا نام نبی یا رسول یا پیغمبر ہوتا ہے ہندوؤں نے ان لوگوں کو جنھیں مسلمان نبی یا رسول یا پیغمبر کہتے ہیں اوتار کے نام سے نامزد کیا ہے مگر اس کے ساتھ انھوں نے ایک ایسی صورت پیش کر دی جو ہرگز قابل قبول نہیں، مسلمان تو ایسے شخصوں کو خدا کا مامور مانتے ہیں لیکن ہندو یہ کہتے ہیں کہ وہ خود خدا ہوتے ہیں جو بندوں کی طرح کسی کے گھر میں جنم لیتے ہیں اور چند روز دنیا میں رہکر اور لوگوں کو ہدایت دیکر پھر بندوں کی طرح فوت ہو جاتے ہیں

اب مامور کے متعلق ہندو اور مسلم عقیدہ میں یہ ایک بہت بڑا فرق پیدا ہو گیا کہ باوا صاحب جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ نے ہندوؤں کے مسئلہ اوتار کی تردید کرنی شروع کی۔ اور اس بات کو بڑے زور سے پیش کیا کہ خدا پیدا ہونے، جونوں میں آنے اور مرنے وغیرہ سے پاک ہے۔ چنانچہ جپ جی صاحب میں آپ کا ایک مشہور قول بھی اس مطلب کا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"اجونی سے بھنگ"

چونکہ خدا حادث نہیں، اور پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ مرتا بھی نہیں، ایسا گرنتھ صاحب آدرام کلی محلہ ۵ میں فرماتے ہیں ؎

اوتار نہ جانے انت ٭ پرمیشر پار برہم بے انت

یعنے ان لوگوں کی غلط فہمی ہے، جو اوتاروں یعنی رشیوں کو عین پرمیشور سمجھتے ہیں، پرمیشور تو انسانی قالب اختیار کرنے سے پاک ہے، اوتار کے معنے یہ نہیں کہ وہ خود خدا ہے، جو دنیا میں کسی کے گھر پیدا ہو کر آگیا۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ کوئی شخص دنیا میں آگیا جو دوسروں کے بالمقابل معرفت سے زیادہ آگاہ ہے اور خدا کی طرف سے مامور ہے کہ وہ لوگوں کو خدا کی معرفت حاصل کرائے۔

پھر ایسا ہی گرنتھ صاحب بھیروں محلہ ۵ میں فرماتے ہیں ؎

سو مکھ جلو جت کہ ٹھاکر جونی

وہ شخص دوزخی ہے جو کہتا ہے کہ خدا جونوں میں آکر انسانی قالب اختیار کرتا ہے غرض اسی طرح باوا صاحب نے کئی مقامات پر بڑے زور کے ساتھ ہندوؤں کے اس عقیدے کی تردید کی۔ اور نقائص بتلائے ہیں جو وہ اوتاروں کے متعلق رکھتے تھے لیکن خدا کے متعلق بتلاتے ہیں کہ وہ ایسی وراء الورا ہستی ہے کہ باوجودیکہ لوگوں نے

سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سنیاس اور بیراگ اختیار کیا مگر پھر بھی اس کے انت (اسرار) کو نہ پا سکے اور اسکی حقیقت سمجھنے سے عاجز رہے چنانچہ گرنتھ صاحب آسا محلہ ۲ میں فرماتے ہیں ؎

جگھ جگھ کے راجے کئے گاوے کرا وتاری
تن بھی انت نہ پایا تا نکا کیا کر آکھ وچاری

مطلب یہ کہ بڑے بڑے راجوں اور مہا راجوں نے راج پاٹ چھوڑ کر سنیاس اور بیراگ اختیار کیا۔ اور تارک الدنیا بن گئے، مگر پھر بھی اس قادر مطلق کے انت کو نہ پا سکے اور اس کی کنہ تک نہ پہونچ سکے۔

پھر ہزارے کے شبدوں میں لکھا ہے ؎

بن کرتار نہ کرتم مانو۔ آوا جون اجے انباشی تہہ پرمیشر جانو۔
تات مات نہ جات جان کر بتر پوتر مکر ندکون کاج کہائینگے ان دیو کند
سو کم مانس روپ کھائے سدھ سمادھ سادھ کر ہارے کیہوں نہ دیکھن پائیے

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ خالق ایک ہی ہے جو ظہور عالم سے بھی پیشتر تھا۔ باوا صاحب ہدایت فرماتے ہیں کہ اسی ایک خالق کے نام کا ورد کرو اور اسی خدا کے نام کا وظیفہ پڑھو، جو ظہور عالم سے پہلے بھی حق تھا، ویسا ہی زمانہ حال میں ہے اور ویسا ہی زمانہ آئندہ میں بھی حق ہوگا۔ اور وہ پیدا ہونے اور جونوں میں آنے سے پاک ہو یہ مفہوم بالکل سورۂ اخلاص کے مفہوم کے مطابق ہے اور سر مو فرق نہیں رکھتا، پھر آگے چلکر بابا صاحب یہ فرماتے ہیں۔ برہما، رامچندر، کرشن یہ سب آدمؑ کی اولاد تھے اور ہندوؤں کے بعض فرقے۔ مثلاً فرقہ "سدھ" سماوی لگاکر ہار چکے مگر وہ خدا کا انت (اسرار) نہ پا سکے۔

ایسا ہی باوا صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے کوئی دوسرا دروازہ سوائے تیرے دروازے کے نہیں کہ جہاں ہم جائیں، آپ ہی جس قدر ہمیں دیتے ہیں ہم کھاتے ہیں آپ اگر یہ ہمیں نہ دیتے تو ہم کہیں سے یہ نہیں لے سکتے تھے وہ شبد یہ ہے ؎

جیسا دہیں تیسا ہو کھاؤ ✣ بیا در نہیں کے در جاؤ

نانک ایک کہے ارداس ✣ جیو پنڈ سب تیرے پاس

پھر خدا کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ پیدا شدہ نہیں، اور یہ بھی نہیں کہ وہ کبھی کبھی انسانی جون لے کر کسی انسان کے گھر پیدا ہو جاتا ہے، بلکہ فرماتے ہیں ؎ (جپ جی صاحب)

"ایک اونکار ست نام کرتار پرکھ نربھو نرویر اکال مورت اجونی سے بھنگ گور پرشاد جپ آد سچ جگاد ہے بھی سچ نانک ہوسی بھی سچ"

مطلب یہ کہ ایشور وحدہٗ لاشریک ہے، کوئی اس کا ثانی نہیں، کل کائنات کا پیدا کرنے والا، اور پھر عالم کو نابود کرنے والا وہی ایک ہے، وہ ازلی ابدی ہے عدم اور نیست سے بری ہے، خالق کل ہے، بیم و خوف سے بری ہے چونکہ وہ لاشریک ہے اسلئے اس کو کسی سے عداوت نہیں، کیونکہ اس کا کوئی ہمسر نہیں، وہ موت سے بھی پاک ہے اور تمام صفات کاملہ کا منبع بھی وہی ہے پھر اس کے قبضہ و اختیار اور قدرت و اقتدار کے متعلق باوا صاحب فرماتے ہیں ؎

بھے وچ پون دے سدواؤ ✣ بھے وچ چلے لکھ دریاؤ

بھے وچ اگن کڈھے دے گاہ ✣ بھے وچ دھرتی دے بیاہ

بھے وچ سورج بھے وچ چند ✣ کوہ کروڑی چلت نہ انت

یعنی یہ خدا ہی ہے جس کے حکم کے ماتحت مختلف ہوائیں چل رہی ہیں جس کے حکم

کے ماتحت لکھوکھا دریا چل رہے ہیں جس کے حکم کے ماتحت اگنی جلتی ہے جس کے حکم کے ماتحت زمین سے طرح طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں، جس کے حکم کے ماتحت سورج چاند اور تمام اجرام فلکی کا ظہور ہوتا ہے اور جس کے حکم کے ماتحت وہ تمام کروڑوں میل محور پر گشت کرتے ہیں پھر راگ آسا محلہ پہلا شلوک ۲ میں صاف فرمادیا کہ اوتار خدا نہیں ہوسکتے ؎

کیا اوپما تیری آکھی جائے ٭ توں سرب میں رہیا لولائے
پون اپائے دھری سب دھرتی جل اگنی کا بند کیا،
اندھے دہسر مونڈ کٹایا راوں مار کیا وڈ بھیا ٭٭
جیوا پائی جگت ہتھ کینی کالی نتھ کیا وڈ بھیا ٭٭
تستوں پرکھ جو روکون کہئے سرب نرنتر رو رہیا،

ہے پرمیشور! تو دھن ہے تونے اپنی رحمانیت سے ہوا اور پانی اور آگ پیدا کر کے اس دُنیا کو قائم کیا، اگرچہ رامچندر نے دس سر جیسے کمینہ خواہشات رکھنے والے کو مار ڈالا۔ لیکن اس سے وہ خدا نہیں بن گیا۔ اے رب العالمین ہم اس قدر کمزور ہیں کہ تیری حمد و ثنا نہیں کر سکتے جل وتھل اور بحر و بر میں تیرا ہی جلوہ ہے اور یہ خلقت تیرے ہی نور سے منور ہے۔ ہے خالق! ہم تیری کیا تعریف کریں تونے تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ پرمیشور ہم تجھے نہ پُرکھ (مرد) کہہ سکتے ہیں اور نہ ناری (عورت) کیونکہ تو تو جنم مرن سے الگ ہے جونوں سے نیارا ہے۔

غرض اس طرح باوا صاحب نے ہندوؤں کے اس عقیدہ کی تردید کی، جو وہ اوتاروں کے متعلق رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے اس عقیدہ کی تائید کی جو خدا اور اس کے ماموروں کے متعلق ان کا ہے اور نہ صرف تائید ہی کی بلکہ اس کو تسلیم

بھی کیا اور اسی طرح اپنے عقیدہ کو خدا اور اوتاروں کے متعلق بنایا جس طرح کہ مسلمانوں کا ہے اور جسطرح کا عقیدہ رکھنے کی مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے۔

اسلام اور ہندوازم پر باوا نانک صاحب کا بہ حیثیت مجموعی تبصرہ

پیارے بھائیو! اس قدر بتا دینے اور یہ بات آپ کے علم میں لا دینے کے بعد کہ گو باوا صاحب ہندوؤں کے گھر پیدا ہوئے مگر وہ بچپن سے ہی ان سب باتوں سے نفرت رکھتے تھے۔ جو ہندوؤں میں بطور رسم و رواج اور مذہب کے جاری تھیں۔ چنانچہ یہ بات آپکو معلوم ہو گئی ہے کہ باوا صاحب نے عین بچپن کے زمانہ میں رسم زنّار بندی کی مخالفت کی اور اسی طرح اور بعض رسوم سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ محض ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہونے سے کوئی شخص ہندو نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے اعمال اور کردار سے یہ ثابت نہ کر دے کہ وہ ہندو ہے اس کلیہ کو مدّنظر رکھتے ہوئے کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ باوا صاحب ہندو تھے یہاں تک کہ سکھ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آپ ہندو تھے۔ باوا صاحب کے اعمال اور کردار عین مسلمانوں والے تھے، ان کے عقائد ان کی شکل و صورت بلکہ بعض حالات میں کیا اکثر حالات میں ان کا لباس اور ان کی خوراک سب مسلمانوں والی تھی چنانچہ آپ نے عین اسوقت جبکہ آپ رائے بلار کی کوششوں سے اپنی ہمشیرہ نانکی جی اور بھائی جیرام کے پاس سلطان پورہ (کپورتھلہ) میں پہونچے اور آپ جیسے اللہ کے مودی نواب دولت خاں کے مودی خانہ میں بطور مودی مقرر ہوئے تو آپ نے پھر بھی اللہ کی یاد کو نہ چھوڑا۔ بلکہ مودی گری جیسے نازک کام کے ذریعے بھی خدا ہی کی رضا کو پایا اور بالآخر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر "تیرہ۔ تیرہ" کہتے ہوئے خدا کے لئے ہو گئے۔

جوں جوں آپ میں خدا کی لگن بڑھتی گئی توں توں آپ پر یہ کھلتا گیا کہ یہ لگن اگر پوری ہو سکتی ہے اور اس کے پورا ہونے کے سامان اگر کہیں ہیں تو اسلام میں ہی

ہیں۔ ہندوازم میں انھیں کچھ نظر نہیں آیا۔ اس لئے انھوں نے ہر موقعہ پر اس مذہب کا بطلان کیا، اور اسلام میں انھیں سب کچھ دکھائی دیا اس لئے آپ نے اس کی تلقین شروع کردی، اور خود بھی اس کے احکام کے مطابق عمل کرنا شروع کردیا، آپ نے مسجدوں میں جانا، نمازیں پڑھنا، اذانیں دینا، روزے رکھنا، قرآن شریف کی تلاوت کرنا، حج کرنا، اسلامی صوفیاء کے طریق پر مشائخ اور بزرگوں کی قبروں پر مراحل روحانی طے کرنے کے لئے چلّے کاٹنا، اسلامی مقامات کا سفر کرنا، اسلامی طرز کا لباس زیب تن کرنا، اسلامی طرز کی خوراک کھانا، دوستوں اور پاس بیٹھنے والوں کو اسلام اور اسلام کے خدا اور اسلام کے نبی اور اسلام کی کتاب کی باتیں سنانا شروع کردیں، غرض اپنے آپ کو من کل الوجوہ مسلمان بنالیا، چنانچہ یہاں تک عظمت اسلامی آپ کے دل میں جاگزیں ہوئی، کہ آپ نے نواب صاحب کو بھی جو کہ مسلمان تھے اسلامی عظمت سے لبریز شبد سنانے شروع کردیئے چنانچہ آپ نے نواب صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا ؎

(وار ماجھ محلہ پہلا شلوک ۸)

مسلمان کہاون مشکل جاں ہوئے تاں مسلمان کہاوے
اوّل اوّل دین کر مٹھا مشکل مانا مال مساوے
ہوئے مسلم دین مہانے مرن جیون کا بھرم چکاوے
ربّ کی رضا منے سر اوپر کرتا منے آپ گواوے
تیوں نانک سرب جیاں مہرمت ہوئے تاں مسلمان کہاوے

یعنی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنا آسان ہے مگر یہ مشکل ہے کہ سچے مسلمانوں جیسے کام کئے جائیں، پہلے اپنے ایمان کو پختہ کرنا چاہئے، اور پھر اس کوچہ میں قدم رکھنا

جیائیے، ایسا آدمی جو اپنے ایمان کو پختہ کرکے اور خلوص دل سے مسلمان ہوگا وہی دنیا کے رنج ومحن سے نجات پائیگا، اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، خدا کی رضا کو مقدم سمجھے، خودی کو دور کرے اور مخلوق اللہ پر رحم کرے، تب مسلمان ہونے کا دعوے کرے :-

ایسا ہی وار ماجھ محلہ پہلا شلوک ۷ میں فرماتے ہیں ؎

مہر مسیت صدق مصلےٰ حق حلال قرآن
شرم سنت سیل روزہ ہوئے مسلمان
کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نواز ؛
تسبیح تسانت سبھاوسی نانک رکھے لاج

مسجد میں جانے سے انسان کے اندر تضرع پیدا ہوتی ہے اور مصلےٰ پر قدم رکھنے سے صدق اور قرآن شریف کی تلاوت سے حق حلال میں امتیاز ہو جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے سے دل میں شرم اور حیا پیدا ہوتی ہے اور روزے رکھنے سے شانتی، اطمینان قلب اور صبر حاصل ہوتا ہے اور نیک کام کعبہ کے حکم میں ہیں، جس کی طرف منہ کرنا چاہیئے۔

یہ نواب دولت خان ہی کی کوئی خصوصیت نہیں تھی کہ آپ نے اس کے سامنے اس قسم کی باتیں بیان فرمائیں بلکہ آپ ہر موقعہ اور ہر مقام پر اس قسم کے نکات معرفت بیان فرماتے، جو سراسر اسلامی قدوسیت اور اسلامی عظمت سے لبریز ہوتے، اور پھر یہ ہندوستان ہی نہ تھا، کہ آپ یہاں کے لوگوں کو اس قسم کی پند وموعظت فرماتے بلکہ ہندوستان سے باہر بلاد اسلامیہ میں بھی آپ کا یہی طریق تھا، اور آپ وہاں بھی اسی طرح اسلام اور توحید الٰہی بیان فرماتے ہیں۔ مگر ہندو مذہب کی جہاں بھی گئے تردید ہی کی۔ اور بطلان ہی کیا اور کبھی اس کے

متعلق یہ نہ فرمایا کہ اس کے حکموں کو مانو اس کی وجہ یہی تھی کہ آپ اُسے ایک مردہ مذہب سمجھتے تھے۔ اور اسے اس قابل نہیں جانتے تھے۔ کہ وہ لوگوں کی نجات کا باعث ہو سکتا ہے۔ غرض باوا صاحب نے جب تعلیم دی اسلامی عقائد ہی کی تعلیم دی، اخلاق اگر پیش کئے تو اسلامی، توحید اگر پیش کی تو اسلامی، خدا اگر پیش کیا تو اسلامی رسول اگر پیش کیا تو اسلامی، کتاب اگر پیش کی، تو اسلامی، کلمہ اگر پیش کیا تو اسلامی، حج اگر پیش کیا، تو اسلامی، اذان اگر پیش کی، تو اسلامی، نماز اگر پیش کی تو اسلامی، بہشت اور دوزخ اگر پیش کیا تو اسلامی، غرض ہر بات جو پیش کی وہ اسلامی پیش کی چلّے بھی کاٹے تو اسلام ہی کے ایک فرقہ کے طریق پر کاٹے۔ سفر بھی کئے تو وہ بھی اسلامی روح کے ماتحت کئے۔ مشائخ اور فقراء اور صوفیاء سے اگر ملاقاتیں کیں تو وہ بھی اسلامی اغراض اور اسلامی استفادہ کے لئے کیں، القصہ باوا صاحب کی ہر بات اسلام میں ڈوبی ہوئی تھی، اور الہام کے ذریعہ بھی خدا نے انھیں اسلام ہی کی تلقین کی، اور خود انھیں بتایا اور پڑھایا اور سکھایا، کہ صرف اور صرف اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے۔ اسی کے پیروکار راہ راست پر ہیں چنانچہ باوا صاحب نے اپنے متعدد جگہ اس کا اظہار فرمایا کہ مسلمان گیانی ہے، جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۰۳ پر مسلمانوں کی توصیف اس طرح بیان فرماتے ہیں ؎

عمل ہندوواں واہٹ گیا ودھ گئے مُسلمان

یعنی مُسلمان اعمال میں بڑھ گئے، غرض اور بھی ایسی باتیں باوا صاحب نے اسلام کی تائید اور ہندو مت کی تردید میں فرمائیں۔ جن سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ باوا صاحب مسلمانی عقیدہ رکھتے تھے، نہ کہ ہندووانی، کیونکہ ہندوؤں کے متعلق تو باوا صاحب نے جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۱۰ پر صاف کہا ہے کہ ہندو بُت پرست ہیں اور اس سبب سے وہ کافر ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

پرستش کرتے آفتاب دی دلی جانتے ایہہ خدائے

ایہہ بھی اپنے مذہب وچ ہوئے رہے گمراہے
ہندو ہوئے بُت پرست جانت بُت خدائے
تس کر کافر اکھیں ہوئے رہے گمراہے

باوا صاحب ہندوؤں کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ بُت پرست ہوگئے اور بُتوں کو خدا سمجھنے لگ گئے، اس سبب سے وہ کافر بن گئے اب کونسا وہ عقلمند ہے جو باوا صاحب جیسے بھگت کے متعلق یہ خیال کر سکے کہ وہ باوجود ہندوؤں کو کافر جاننے کے پھر بھی ہندو ہی تھے، غرض وہ مسلمانوں کی طرح السلام علیکم اور وعلیکم السلام کہتے قیامت پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے ایمان رکھتے، اور اور باتوں کے لحاظ سے بھی وہ اسلام ہی کی تعریف کرتے، اور اسلام ہی کو قابل قبول اور لائق عمل بتاتے، پس ایک سچے اور مواحد مسلمان کی طرح آپ کی ہر حرکت اور ہر سکون سے اسلامی شان ظاہر تھی۔

حضرات! میں نے ایک محققانہ رنگ میں دکھادیا ہے کہ باوا صاحب ہندوؤں کے کل مسلمہ مذہبی عقائد سے بیزار تھے، اور مسلمانوں کے کل مسلمہ مذہبی عقائد کے معترف، اسلام کے موٹے موٹے اصول تو یہی ہیں:- توحید، کلمہ طیبہ، روزہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان، حج کعبہ، قیامت، ملائکۃ اللہ اور قرآن مجید پر ایمان لانا، سو باوا صاحب ان سب پر ایمان رکھتے تھے، پھر یہی نہیں بلکہ آپ خالص توحید کے بھی مقر تھے چنانچہ آپ کے اقوال اونکار، ستنام، کرتار پورکھ، نربھو، نرویر، اکال مورت، اجونی سے بھنگ وغیرہ وغیرہ اسیر دال ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ خدا ایک ہے، حق ہے، خالق ہے اس کو کسی کا خوف نہیں، اس کو کسی سے دشمنی نہیں، اس پر فنا نہیں آتی، وہ پیدا نہیں ہوتا۔

غرض باوا صاحب کا تبصرہ جو آپ نے اپنی زندگی میں ہندو مسلم مذہب پر کیا اور باوا صاحب کا عمل جو آپ نے اسلام کے مطابق کیا، بتاتا ہے کہ آپ خالص مسلمان تھے

اور آپ کا یہ تبصرہ اسلام کی تائید میں تھا، اور ہندو مت کی تردید میں۔

۸۔ باوا صاحب کے مسلمان ہونے کے متعلق سکھوں کی گواہی

حضرات! یہاں تک تو میں نے باوا صاحب کے اقوال، اعمال اور شبدوں اور شلوکوں کی بنا پر ثابت کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے اب میں آپ کے مسلمان ہونے کے متعلق خود سکھ حضرات کی شہادتیں پیش کرتا ہوں۔ جو بلا خوف تردید اس بات کو پیش کر رہی ہیں، کہ باوا صاحب مسلمان تھے چنانچہ سب سے پہلے میں واراں بھائی گورداس جی اور جنم ساکھی کی شہادت پیش کرتا ہوں کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۰۷ پر ہے ؎

پھر نیلا جبہ پہن کے بیٹھا مکے آن
اکو اک خدا ہے آکھے موہوں کلام
نیلا بانا پہن کے دھریا مصلیٰ سلیس
عصا کوزہ پاس رکھ پوری کی حدیث

پھر داراں بھائی گورداس جی صفحہ ۱۱ و ۱۲ پر ہے ؎

بابا پھر مکے گیا نیل بستر دھارے بن والی
عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلیٰ دھاری

یعنے حضرت باوا صاحب حج کے لئے روانہ ہوئے، نیلے کپڑے پہن کر بغل میں قرآن مجید لٹکا کر، وضو کے لئے کوزہ پاس، اذان دیتے اور نماز پڑھتے ہوئے۔ مطلب یہ کہ ان سب باتوں کو کرتے ہوئے باوا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو پورا کیا۔

حضرات! میں اس جگہ یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ واراں بھائی گورداس جی سکھوں میں ایک نہایت ہی معتبر کتاب ہے اور اس کی سکھوں کے ہاں اس قدر عظمت اور قدر ہے کہ سکھ اسے شری گرنتھ صاحب کی چابی کہتے ہیں اب ایسی ثقہ کتاب اس بات پر مُہر کر رہی ہے کہ مُصلّے، عصا اور کوزہ وغیرہ پاس رکھ کر باوا صاحب نے حدیث نبوی کو پُورا کیا، اور یہ ظاہر ہے کہ کسی حدیث نبوی کو بجز مسلمان کے کوئی پُورا کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

تاریخ گرو خالصہ کی باوا صاحب کے اسلام پر شہادت

میں پہلے بتا چکا ہوں کہ تاریخ گورو خالصہ مؤلفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی سکھوں کی نہایت معتبر کتاب ہے، اس کے صفحہ ۵۵ پر گرو صاحب کا یہ شلوک درج ہے ؎

جمع کر نام دی پنج نماز گذار

باجھوں نام خدائیدے ہوسیں بہت خوار

اس شلوک میں باوا صاحب نے جس حقیقت کو پیش کیا ہے وہ زور کے ساتھ بول رہی ہے کہ وہ اسلامی حقیقت ہے فرماتے ہیں عاقبت کے لئے خدا کے نام کا توشہ جمع کرو، مگر وہ توشہ بغیر پانچ وقت کی نماز کی ادائگی کے ہرگز ہرگز جمع نہیں ہو سکتا، پس اس کے جمع کرنے کے لئے پانچ وقت کی نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرنی چاہئیں کیا ایسا شخص جو توشہ اُخری کا جمع ہونا نماز پنجگانہ کے ذریعہ بتاتا ہو، خود اس توشہ کو جمع نہ کرتا ہوگا؟ یقیناً وہ اس کے جمع کرنے کے لئے تن من دھن سے کوشش کرتا ہوگا۔ پس ایسے شخص کے متعلق یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہندو تھا۔ باوا صاحب کا سارا کلام چھان مارو، کہیں آپ کو نہیں ملیگا کہ آپ نے سندھیا یا گائیتری کا پاٹھ کیا ہو یا اس کے متعلق ہندوؤں ہی کو کہا ہو کہ تم اسے کرو

بلکہ وہ تو جا بجا اس کا بطلان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور نہ صرف اس سے بلکہ تمام دیگر عقائد سے بھی ہندوؤں کو روکتے ہیں۔

دوستو سوچو! عازم حج کون ہوتے ہیں۔ نیلے کپڑے کن کے ہاں پہنے جاتے ہیں۔ عصا، قرآن، کوزہ اور مصلّے کا اجتماع کون لوگ کرتے ہیں اور کس غرض سے کرتے ہیں، پھر اس شان خصوصی کے ساتھ جو شخص اس مسجد میں جا بیٹھے جہاں حاجی لوگ حج کے لئے جمع ہوں، کیا اس کے متعلق یہ کہیں گے کہ وہ ہندو تھے؟ ذرا سوچو اور غور کرو کہ وہ ہندو ہوتا تو قشقہ لگائے مرگ چھالا لئے، گڈوی ڈوری سنبھالے آنگ بھبھوت ملے، مالا اور کنٹھہ پہنے کسی بن میں جا بیٹھتا یا کسی تیرتھ پر جا بسیرا لگاتا، حاجیوں کی مسجد میں اسلامی شان خصوصی کے ساتھ جا کر بیٹھنے کی کیا وجہ؟

باوا صاحب نے اذان دی

پھر یہی نہیں، اسی واران بھائی گورداس جی کے صفحہ ۱۴ پر مندرج ہے کہ

بابا گیا بغداد نوں باہر جا کیا استھاناں
اک بابا اکالی روپ دوجا ربابی مردانا
دتی بانگ نماز کر سن سماں ہویا جہاناں

سورت نہیں، ہردوار نہیں، بنارس نہیں، جگن ناتھ، بندرابن نہیں، سومنات نہیں، بلکہ باوا صاحب بغداد گئے، ہاں اس بغداد میں جو ایک عرصہ تک اسلامی حکومت کا گہوارہ رہا۔ اور جس میں کوئی مندر نہیں، کوئی شوالا نہیں، بلکہ مزار ہیں۔ روضے ہیں، خانقاہیں ہیں، جہاں ٹل نہیں بجتے، ناقوس و اویلا نہیں مچاتے، بلکہ بانگ اللہ اکبر بلند ہوتی ہے۔ باوا صاحب وہاں گئے وہاں ڈیرا لگایا، بھائی مردانہ بھی ہمراہ تھا ایک دلکش اور سُریلی آواز میں باوا صاحب نے بانگ دی اور ایسی رسیلی اور پیاری آواز میں قرأت پڑھی کہ سب انگشت بدندان رہ گئے۔

میرے سکھ بھائی اور ہندو دوست ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کیا باوا صاحب مسلمان نہیں تھے، اس پر بھی اگر انکار ہے تو "سمجھائیگا خدا" والا ہی قصہ ہے۔

تاریخ گرو خالصہ سے شہادت

تاریخ گورو خالصہ حصہ اول صفحہ ۲۶۲ پر ندکور ہے " بابا جی جدّے جا اترے۔ ایتھے مائی حوّا دی قبر توں پورب دے رُخ دریا دے کنارے بابے دا مکان ہے اسے نوں نانک قلندر یا دلی ہندو دا دائرہ آکھدے ہن۔ عرب وِچ باوا جی عصا، اساوہ (کوزہ) مصلّی (جائے نماز) کتاب (قرآن کریم) نیلے رنگدی دلق دی ٹوپی (پشمینے کی ٹوپی جو اکثر صوفیا لوگ پہنتے ہیں) رکھدے سن، تے اپنے ساتھیاں پاسوں بھی رکھاندے سن"۔

صاحبان! جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں اور جو کچھ میں نے اس وقت بیان کیا، یہہ سب کچھ آپ سن رہے ہیں۔ احمدی بھی اس مجمع میں ہیں اور غیر احمدی بھی۔ ہندو بھی اس موقع پر موجود ہیں اور سکھ دوست بھی۔ کیا کوئی اس دس بارہ ہزار کے مجمع میں سے بتا سکتا ہے کہ اس ہیئت وشان کے ساتھ ہندو بھی رہا کرتے ہیں، یقیناً آپ میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا۔ جو سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ سکے کہ ہاں ہندو لوگ بھی یہ لباس پہنا کرتے ہیں۔ اور اس طرح قرآن، عصا، کوزہ اور مصلّی پاس رکھا کرتے ہیں اور اذانیں دیتے ہیں، اور نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور نہ صرف خود کرتی ہیں بلکہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ پس یہ مسلمانوں ہی کا وطیرہ ہے اور انہی کی یہ شان ہے کہ وہ تذلل وانکسار اختیار کرنے کیلئے جہاں اپنی سیرت میں عاجزی اور فروتنی پیدا کرتے ہیں وہاں ہی اپنی صورت کو بھی خاکسارانہ بناتے ہیں۔

تاریخ گرو خالصہ سے دوسری شہادت

اور سنیئے بھائی گیان سنگھ جی گیانی اپنی تاریخ گورو خالصہ کے صفحہ ۲۶۴ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

" بابے جی نے اپنے ساتھیاں نوں آکھیا، تُسیں سچے حاجی نہیں اس

راستے وِچ مہر اور محبت اور خیرات کردے جائیے، تاں فیض پائیدا ہے
جے حجت بازی اور مسخری کردے جائیے تاں حاجی نہیں ہوندا "
اللہ اللہ! اسقدر عظمت حج کی باوا صاحب کے دل میں تھی کہ اپنے ہم سفروں کو بھی مہر محبت اور خیرات کی تلقین کرتے تھے، اور حجت اور مسخری سے روکتے ہیں کیا اس عظمت کا باوا صاحب کے دل میں ہونا اس بات کا بیّن ثبوت نہیں کہ باوا صاحب کے روں روں میں اسلام اثر کر چکا تھا۔ اور وہ پکّے اور سچّے مسلمان تھے، میرے دوستو سوچو اور پھر سوچو کہ ان سب امور کے ہوتے ہوئے کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ باوا صاحب مسلمان نہیں تھے، اور ہندو تھے، اگر ہندوؤں کے یہی طریق ہیں۔ تو "دل ماشاد چشم ما روشن" انھیں چاہئے۔ کہ ان پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اور ان سے سرمو غفلت نہ کریں، لیکن دوستو کوئی نہیں ہوگا جو یہ کہے، کہ یہ ہندوؤں کے طریق ہیں، یہ تو خالص مسلمانوں کے طریق ہیں اور خود سکھ صاحبان اور ان کی مستند کتاب اس بات کی ہم پہونچا رہی ہیں کہ یہ طریق مسلمانوں کے ہیں۔ اور باوا صاحب نے چونکہ ان کو اختیار کیا، اس لئے وہ بھی مسلمان تھے،

۹۔ سیاسی نقطۂ خیال سے مضمون بحث

حضرات اس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سکھ گوروں اور مسلمان امراء اور بادشاہوں کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں، اور ان میں کبھی کوئی ایسی بات نہیں پیدا ہوئی جس سے شکر رنجی پیدا ہو۔ برخلاف اس کے ہندو ہمیشہ گوروؤں کے متعلق ریشہ دوانیاں کرتے رہے اور مسلمانوں کو اکساتے رہے، لیکن مسلمانوں نے ہمیشہ سکھوں کی مدد کی۔ اور گوروؤں کی عزت اور احترام کرتے رہے۔

ہندوؤں کی کوششیں مگر جس طرح اسوقت ہندو صاحبان مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان نفاق پیدا کرنے کے لئے کوشش کرتے رہے اسی طرح اسوقت بھی کر رہے ہیں پنڈت مدن موہن مالوی

لالہ لاجپت رائے اور سوامی شردھانند جیسے ہندو لیڈر یہ کہکر سکھوں کو مسلمانوں کے برخلاف اکساتے رہے ہیں کہ مسلمانوں نے گوروؤں کے فرزندوں کو قتل کروایا اور اس واقعہ کو وہ اس قدر مرچ مصالحہ لگاکر پیش کرتے ہیں کہ ناواقف سکھ بھڑک اٹھتے ہیں۔ ہمیں ہندوؤں پر تو جو افسوس ہے سو ہے ہی کہ وہ واقعات کو توڑ مروڑ کر مسخ صورت میں پیش کرتے ہیں مگر سکھوں پہ بھی افسوس ہے کہ وہ اپنی تاریخ سے آگاہ نہیں پھر یہ ہمارا بھی قصور ہے کہ ہم نہ تو ہندوؤں کے الزاموں کا جواب دیتے ہیں اور نہ سکھوں کو ان کی تاریخ سے واقف کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ہمیں چاہئے کہ ہندوؤں کے اس پروپیگنڈا کا ازالہ کریں، اور ادھر سکھوں کو بھی بتائیں کہ آپ کی تاریخوں میں تو لکھا ہے اگر ہم ان کو ان کی تاریخ کے اصل واقعات دکھائیں اور بتائیں تو وہ اور بھی ہمارے قریب ہو جائیں۔

الغرض میں تقریر ختم کرنے سے پیشتر چاہتا ہوں کہ مختصر طور پر چند ایسے واقعات آپ کے سامنے بیان کردوں جو اس بات کو ظاہر کریں کہ مسلمانوں کے تعلق سکھ گوروؤں سے خوشگوار تھے، اور انھوں نے ان کے فرزندوں کو قتل نہیں کروایا، بلکہ یہ ہندو ہی تھے جنھوں نے ایسا کرایا اور ایسا کرانے کی ہر وقت کوششیں کرتے رہے۔

تیسرے گورو پر ایک ہندو کا دعویٰ

یہ ظاہر ہے کہ تیسرے گورو مہاراج امرداس جی صاحب کے عہد میں فقیری اور امیری ایک جگہہ جمع ہوئیں ورنہ پہلے گورو بالکل فقیر منش انسان تھے اگرچہ تیسرے گورو جی بھی دنیا سے کوئی محبت نہ رکھتے تھے، لیکن عقیدتمندوں کی زیادتی کے باعث ان کے املاک و مال میں اضافہ ہوتا گیا، اس لئے فقیری کے ساتھہ امیری بھی جمع ہونی شروع ہوگئی۔

یہ گورو صاحب کرتارپور چھوڑ کر گوئندوال آئے تو گوبند نامی ایک ہندو نے ان پر دعوے کیا۔ مگر لاہور کے مسلمان حاکم نے گورو صاحب کے حق میں فیصلہ کیا۔

اکبر کی طرف سے معافی

ایسا ہی سمت ۱۶۴۲ بکرمی میں اکبر بادشاہ لاہور کو جاتا ہوا گرو رامداس جی کو ملا، موضع سلطان ونڈ اور تونگ وغیرہ کے نواح کی زمین گورو صاحب کو عطا فرمائی اور سند معافی لکھدی یہ قطعہ کم از کم ۲۸ ہزار بیگہ کا تھا اور نقد بھی نذرانہ دیا۔

دربار صاحب امرتسر کی بنیاد کس نے رکھی۔

ایسا ہی پانچویں گرو صاحب کے تعلقات بھی مسلمان فقراء اور صوفیار سے مخلصانہ تھے آپ نے جب دربار صاحب امرتسر کی بنیاد رکھی تو کسی ہندو کو سنگ بنیاد رکھنے کے لئے نہ چنا، بلکہ حضرت میانمیر علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ آپ دربار صاحب کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھیں، چنانچہ حضرت میاں صاحب سے آپ کے تعلقات اور آپ کی عقیدت کا یہ حال تھا، کہ اینٹ رکھتے وقت جب حضرت میانمیر سے اینٹ ٹیڑھی رکھی گئی اور معمار نے سرکا کر سیدھی کردی تو گرو صاحب نے معمار کو مخاطب کر کے کہا کہ تو نے غضب کر دیا، پاک اور مطہر ہاتھوں کی رکھی ہوئی اینٹ کو سرکا دیا۔ اب اسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ ایک دفعہ یہ مندر گریگا اور پھر بنے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، ایسا ہی جب گورو ارجن دیو جی نے لاہور میں باؤلی بنوائی تو حسن خان حاکم لاہور نے ہر قسم کی مدد دی۔ پھر پرتھی چند ایک ہندو نے گورو صاحب کے خلاف دعوے دائر کیا مگر مسلمان حکام نے گورو صاحب کی عظمت و توقیر کو بغیر یہ خیال کئے کہ آپ کی سیاسی عظمت دن بدن بڑھ رہی ہے اور وہ کسی وقت مضر ثابت ہوگی مقدم رکھا اور پرتھی چندر کا دعویٰ خارج کردیا۔

چندولال کی شکایت

چندولال وزیر نے ایک دفعہ شکایت کی کہ گورو صاحب نے جو آدھ گرنتھ ایک کتاب بنائی ہے اس میں مسلمانوں کی بہت توہین کی ہے اس پر گرنتھ صاحب دربار میں لایا گیا، اور جب سنا گیا تو اس میں جابجا اسلام کی تعریف پائی گئی، اس پر حاکم وقت نے چندولال کو ڈانٹا اور گرنتھ صاحب کی بہت عزت کی اور سکھوں کے لئے لگان معاف کردیا۔

چندولال کی ایذا رسانی

اس کے بعد چندولال نے یہ کوشش کی کہ گورو صاحب کے ہاں کسی طرح میری لڑکی کا رشتہ ہو جائے مگر گورو صاحب نے انکار کر دیا شہنشاہ جہانگیر اس وقت کشمیر میں تھا، اور چندولال سیاہ و سفید کا مالک تھا، اس نے بادشاہ کی عدم موجودگی میں گورو صاحب کو بلا کر دباؤ ڈالنا چاہا کہ وہ اس کی لڑکی کا رشتہ منظور کر لیں مگر گورو صاحب نے پھر بھی انکار ہی کیا اسپر اس نابکار نے جیٹھ اور اساڑھ کی جلتی بلتی دھوپ میں برہنہ بٹھا کر جلتی بلتی ریت آپ کے جسم پر ڈالنی شروع کی، یہاں تک کہ گورو صاحب کے جسم پر آبلے پڑ گئے اس دلخراش واقعہ کو دیکھ کر حضرت میاں میر صاحب نے گورو ارجن دیوجی مہاراج کو کہلا بھیجا کہ میں شاہِ وقت کو اس پاپی کے جور و ظلم سے اطلاع دیتا ہوں اور خود اس سفاک کے حق میں بد دعا کرتا ہوں، مگر گورو ارجن دیوجی مہاراج جواباً عرض کرتے ہیں آپ اس کے لئے تو بد دعا نہ کریں مگر میرے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے اس امتحان میں کامیاب فرمائے۔

حضرات دیکھتے جائیے مسلمانوں کے سکھ گوروؤں کے ساتھ کیا تعلقات ثابت ہو رہے ہیں۔ اور ہندوؤں کے کیا۔ یہ واقعات میں نے اپنی طرف سے بیان نہیں کر دیئے۔ کسی غیر مستند کتاب سے پیش نہیں کر رہا، کسی مسلمان کے پیش کردہ دلائل نہیں بتا رہا، بلکہ خود سکھوں کی کتابوں سے ان واقعات کو گوشگذار کر رہا ہوں، تاریخ گورو خالصہ میں خصوصیت کے ساتھ یہ سب واقعات مندرج ہیں، دوستو باوجود ان باتوں کہ واقف کار سکھ خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمان ہمیشہ ہمارے ساتھ دوستانہ طریق پر رہے۔ پھر بھی ہندو انہیں ہمارے برخلاف اکسا رہے ہیں۔ اور ناواقف سکھ ان کے بھرے میں آکر اسلام کے برخلاف ہاں اوسی اسلام کے برخلاف جسے باوا صاحب نے پیش کیا اور جس کے باوا صاحب ازحد دلدادہ تھے کیا سے کیا کہہ جاتے ہیں۔ ان ہی واقعات کو دیکھیئے کہ کیا چندولال نے اسی پر بس کی، ہرگز نہیں بلکہ اس پاپی نے جب دیکھا کہ جلتی بلتی ریت جسم پر ڈالنے سے بھی گرو صاحب کے

پائے ثبات متزلزل نہیں ہوئے۔ تو اس نے کھولتے ہوئے پانی کی دیگ میں گورو صاحب کو ڈالدیا، آہ! دوستو! روح اس وقت کانپ اٹھتی ہے جسم میں اس وقت لرزہ پیدا ہو جاتا ہے، یہ کالبد خاکی اس وقت تھرا اٹھتا ہے جب چندولال کے اس ظلم کا خیال آتا ہے، آہ! گورو ارجن دیو جی مہاراج کا جسم کھولتے ہوئے پانی میں ڈالا گیا۔ ہائے!

چھٹے گرو کے تعلقات مسلمانوں سے

پھر چھٹے گورو صاحب جن کا نام گرو ہرگوبند صاحب تھا اور جنھوں نے بعض ضروریات کے لئے تلوار کو کمر میں باندھا، آپ جب لاہور تشریف لائے تو کسی پنڈت یا کسی برہمن یا کسی مہاتما سے نہیں ملے۔ بلکہ آپ سیدھے حضرت میاںمیر صاحب، شیخ جان محمدؒ صاحب لاہوری۔ شاہ محمد اسماعیل صاحب، شیخ کرم شاہ صاحب وغیرہم کی ملاقات کے لئے گئے۔ اور انھیں سے گیان دھیان کی باتیں ہوتی رہیں۔ چندولال نے اس وقت بھی گورو صاحب کی دشمنی نہ چھوڑی اور جہانگیر کے کان بھرنے شروع کر دیئے۔ کہ گورو صاحب علم بغاوت بلند کرنے والے ہیں۔ مگر جہانگیر بدظن نہ ہوا اور اس کے تعلقات میں سر مو فرق نہ آیا۔ جہانگیر جو کہ ہندوستان بھر کا بادشاہ تھا اس سے بے خبر نہیں تھا کہ گورو صاحب نے باقاعدہ فوج رکھی ہوئی ہے اور یہ کہ گورو صاحب تلوار حمائل کئے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے اس نے چندولال وغیرہ کی شکایات کی پرواہ نہ کی، کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جہانگیر گورو صاحب کی صریح رعایت کرنا چاہتا تھا، اور بجائے اس کے کہ وہ ان لوگوں کی شکایات سے بدظن ہو کر گورو صاحب کے برخلاف کوئی کارروائی کرتا اس نے وزیر خان نائب وزیر اور غنچہ بیگ دو ہزاری کو سوا دو سو اشرفی دیکر گورو صاحب کے پاس بھیجا۔ اور گورو صاحب کے پتا کی تعزیت کی۔ اور جب گورو صاحب جہانگیر کو ملنے کے لئے دہلی آئے۔ تو ماسوائے پرتپاک اور پُر تعظیم ملاقات اور استقبال کے جہانگیر نے پانصد روپیہ گورو صاحب کا خرچ مقرر کیا۔

جہانگیر کی نوازش

چندولال وغیرہ چونکہ ان کے دشمن ہو رہے تھے اسلئے کسی نہ کسی بہانے سے انھیں گوالیار کے قلعے میں قید کرادیا، مگر وزیر خان حضرت جلال الدین سجادہ نشین حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت میاں میر صاحب نے سفارش کرکے رہا کرادیا۔ مگر گرو صاحب نے فرمایا کہ جب تک دوسرے شاہی قیدیوں کو رہا نہ کیا جائے میں رہا نہ ہونگا اسپر محض گورو صاحب کیخاطر بچیس ہندوؤں کو جو سلطنت کے باغی تھے رہا کردیا گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر خاطرداری کسی کی ہوسکتی ہے پھر جہانگیر نے گورو صاحب کو سات ضرب اتواپ اور ڈیڑھ ہزار سپاہ رکھنے کی بھی اجازت دیدی اور پنجاب کی نگرانی بھی گرو صاحب کے ہی سپرد کردی۔

چندولال گرو صاحب کے حوالے

پھر ایک موقعہ پر گرو صاحب نے جب چندولال کی حرکات وسکنات کے متعلق بادشاہ سے کہا اور جرم ثابت ہوگیا۔ تو بادشاہ نے بغیر اس خیال کے کہ چندولال سلطنت کا ایک معزز عہدہ دار ہے محض اس وجہ سے کہ گورو صاحب کے والد بزرگوار کا قاتل ہے قطعی طور پر اسے گرو صاحب کے حوالے کردیا کہ یہ میرا مجرم نہیں آپ کا مجرم ہے۔

عام طور پر ناواقف لوگوں نے یہ از سرتاپا غلط باتیں مشہور کر رکھی ہیں کہ مسلمانوں نے شری گورو گوبند سنگھ صاحب کے ساتھ اشد درجہ کی بدسلوکی اور بے رحمی سے کام لیا اور بعض خودساختہ داستانیں سنا کر عموماً ناواقف لوگوں کو مسلمانوں کی طرف سے بدظن کرتے رہتے ہیں اسلئے آج ہم اس راز سے نقاب اٹھا کر حقیقت حال سے دوستوں کو آگاہ کرتے ہیں۔ کہ دراصل مسلمانوں کو شری گورو صاحب سے کس قدر محبت تھی مسلمانوں نے شری گورو صاحب کی خاطر اپنی عزیز جانیں تک قربان کیں اور اگر آڑے وقت میں کام آئے تو صرف مسلمان ہی۔ اس حقیقت حال کو آشکارا کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان بعض یاران غرض نے جو غلط فہمی پھیلا کر آزردگی اور کشیدگی کی خلیج حائل کر رکھی ہے وہ دور ہوکر دو دریاؤں کی طرح ملکر ایک ہو جائیں، آمین یا رب العالمین۔ جب شری گرو گوبند سنگھ صاحب کے والد مکرم شری

گرو تیغ بہادر نے اس جہان فانی سے کوچ کیا، تو اس وقت گرو گوبند صاحب کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی، جب شری گوبند سنگھ صاحب کے سر پر سے ان کے والد مکرم کا سایہ اُٹھ گیا۔ تو گورو صاحب انندپور میں مقیم تھے۔ اسی اثنا میں پہاڑی راجہ بھیم چندر گورو صاحب سے ملنے کے لئے آیا جب بھیم چندر نے دیکھا۔ کہ گورو صاحب کے ساتھ بہت سے سکھ ہیں اور ان کا توحید کا پرچار دن بدن وسعت حاصل کر رہا ہے اور ہندو لوگ بُت پرستی کے جوا کو اتار کر جوق در جوق گورو کے قدموں میں آکر توحید کے شیدا بن رہے ہیں راجہ بھیم چندر جو سیاسی جوڑ توڑ میں ایک خاص ید طولیٰ رکھتا تھا اس کی دُور بین نگاہیں فوراً بھانپ گئیں۔ کہ یہ وقت ہے ابھی ابتدا ہے دریا کا پانی اب دہانہ سے نکل رہا ہے۔ اب وقت ہے کہ اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو جو ہندوؤں کو بُت پرستی سے آزاد کر کے توحید کی طرف لا رہا ہے ایک زبردست بند لگا دیا جائے اگر خاموشی سے کام لیا گیا تو اس کا یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ سب ہندو عقیدہ مورتی پوجا سے آزاد ہو کر توحید کے گروید ہو جائیں گے، اور جس قدر لوگ بُت پرستی سے منہ پھیر کر توحید کی طرف آئینگے اتنا ہی ہماری طاقت اور ہماری ثروت اور رعب میں فرق آئیگا۔ ہو نہو کوئی ایسی راہ اختیار کی جائے جس سے ایک کرشمہ و دو کار برآمد ہوں یعنی مجھ پر کوئی حرف بھی نہ آئے اور ابتدا میں ہی گرو گوبند سنگھ صاحب کے مشن کو ایک زبردست دھکا لگا دیا جائے جس سے اس کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ناقابل برداشت صدمہ پہونچ جائے چنانچہ یہ سوچکر راجہ بھیم چندر نے گورو گوبند سنگھ صاحب سے ایک سفید ہاتھی جوان کے ایک عقیدت کیش آسام کے شہزادہ نے نذر کیا تھا مانگا گرو صاحب نے اس بلاوجہ اور بلاسبب کے مطالبہ کو رد کر دیا بس پھر کیا تھا "بلی بھاگوں چھینکا ٹوٹا" ایک جرار فوج لیکر راجہ بھیم چندر پل پڑا آ گے گرو صاحب نے بھی مقابلہ کیا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ بھیم چندر شکست فاش کے ساتھ واپس لوٹا۔ یہ واقعہ سُنکر سید بُدھن شاہ ساڈھورہی گورو صاحب کے پاس پہونچا اور آکر کہا کہ مجھے یہ سُن کر بہت تکلیف ہوئی کہ راجہ بھیم چندر نے بلاوجہ اور بلاسبب آپ کو اس خلجان میں ڈالا، اگر آیندہ کے لئے آپکو اس قسم کی تکالیف پہونچیں تو آپ بے

تکلف مجھے اطلاع دیں میں ہر وقت اعانت کیلئے تیار ہوں۔ دوستو اب خیال کرو کہ ایک طرف تو ایک ہندو راجہ بلاوجہ و بلاسبب گورو مہاراج سے جنگ زرگری ٹھانتا ہے اور پورے شان وشوکت اور ٹھاٹھ باٹھ کیساتھ گورو صاحب کی طاقت کو کچلنے کیلئے میدان میں آتا ہے دوسری طرف سید بدھن شاہ ساڈھوروی شریف گورو صاحب کے پاس آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ مجھے یہ سنکر بہت تکلیف ہوئی کہ راجہ بھیم چند نے بلاوجہ اور بلاسبب آپ سے برسر پرخاش ہو کر آپ کو اس قدر پریشانی میں ڈالا اگر آیندہ کے لئے راجہ بھیم چند کی طرف سے کوئی ایسا واقعہ پیش ہو تو آپ مجھے فوراً اطلاع دیں میں ہر طرح سے آپکی اعانت کرنیکے لئے حاضر ہوں۔ پیارو اغور کرو کہ ایک مسلمان سید کس طرح گرو صاحب کی اعانت کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے۔ مگر افسوس کہ پھر بھی بعض یاران مطلب نے غلط فہمیوں کے طومار باندھکر مسلمانوں کو بدنام کر رکھا ہے۔

بھیم چند جب ہر طرح سے شکست فاش کھا کر لوٹا تو بھلا اس کی طبیعت کسطرح اور کیسے نچلی بیٹھ سکتی تھی۔ وہ اسی جوڑ توڑ میں دن رات مصروف رہا۔ کہ کوئی ایسا حیلہ بہانہ تراشا جائے اور اس طاقت کے ساتھ حملہ کیا جائے کہ گرو صاحب کو ایک ناقابل برداشت نقصان پہونچ جائے۔ چنانچہ یہ رائے قائم کر کے راجہ بھیم چند نے راجہ کرپال چند والئے کٹوچی راجہ کیسری چند والئے جسووال راجہ سکھدیو والئے جسروٹھ۔ راجہ ہری چند والئے ہنڈورہ اور راجہ پرتھی چند والئے ڈووال اور راجہ فتح چند سرینگر کو بلا کر دعوت دی اور سب پہاڑی راجوں کے سامنے راجہ بھیم چند نے بیان کیا کہ تم جانتے ہو کہ مورتی پوجا دیوی و دیوتا پوجا تیرتھ یاترا ویدوں کی ممان جنیو اور چوٹی کا رکھنا یہ ہندو دھرم کے عقائد عظیمہ ہیں، یہ ہندو دھرم کے وہ اصول ہیں جس پر ہندو دھرم قائم ہے مگر کیا آپ آنکھیں موند کر سو رہے ہیں کیا آپکو معلوم نہیں کہ گوبند سنگھ ہمارے ان ہندو دھرم کے عقائد کی سخت مخالفت کر رہا ہے اور اس نے ہمارے مذہبی اصولوں کی جڑوں پر تبر رکھدیا ہے کثرت سے ہندو لوگ جنیو اتار چوٹی کٹوا تیرتھ یاترا اور ویدوں کو خیرباد کہے یا یوں سمجھو کہ ہندو دھرم کو تلانجلی دے گورو گوبند سنگھ

کے حلقہ بگوش ہو رہے ہیں یہ دیکھ تمھیں کسطرح آرام کی نیند آتی ہے کیا تم پسند کرتے ہو کہ اس طرح ہمارے مذہبی عقائد کی توہین ہو ابھی وقت ہے ابتدا ہے ہم اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک سکتے ہیں اور اگر جذبے اور سستی سے کام لیا تو پھر گذرا ہوا وقت ہاتھ نہیں آئیگا، پھر کف افسوس ملنے اور لکیر پیٹنے اور سر دھننے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا - اس زبردست تقریر کا فسوں پہاڑی راجوں پر چلگیا سب پہاڑی راجوں نے ہم آہنگ ہوکر کہا کہ ہم حاضر ہیں۔ چنانچہ اس قرارداد کے بعد ساتوں کے ساتوں پہاڑی راجوں نے گورو صاحب پر حملہ بولدیا جہانگیر کے عہد سے گورو صاحب کو دو ہزار فوج رکھنے کی اجازت تھی پہاڑی راجوں کا متفقہ حملہ دیکھکر پانصد حلوہ مانڈہ کھانیوالے تو اسی وقت علیحدہ ہو گئے باقی صرف ڈیڑھ ہزار کے قریب رہ گئے مثل مشہور ہے ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست   در پریشاں حالی و در ماندگی

سید بڈھن شاہ کو جب یہ خبر پہونچی کہ اس طرح سے سات کے سات ہی پہاڑی راجہ اپنی مجموعی طاقت سے گورو صاحب پر حملہ آور ہوئے ہیں، اور پھر ساتھ ہی پانصد حلوہ مانڈہ کھانیوالے چیلے بھی الگ ہو گئے ہیں تو سید بڈھن شاہ نے دو ہزار پیادہ فوج اپنی لڑکے کے زیر کمان گورو صاحب کی مدد کیلئے بھیجی - تین دن تک بڑی زبردست لڑائی ہوئی آخر تین دن کے زبردست معرکہ کے بعد راجہ ہری چند گورو صاحب کے ہاتھ سے مرا اور دوسری پہاڑی راجگان پیٹھ دکھاکر میدان سے بھاگ نکلے - سید بڈھن شاہ کا لڑکا بھی اسی لڑائی میں مارا گیا - پیارو! غور کرو کہ ساتوں کے ساتوں ہندو پہاڑی راجے گورو صاحب پر اپنی متفقہ طاقت سے حملہ آور ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم گورو صاحب کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے توڑ کر رکھدیں ایسے نازک وقت میں پانصد حلوہ مانڈہ کھانیوالے سکھ بھی جدا ہو جاتے ہیں - ایسے آڑے اور نازک وقت بیگانے تو بیگانے اپنے بھی جدا ہو جاتے ہیں ذرا آپ اس بھیانک نظارہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے لائیں دشمن اپنی متفقہ طاقت سے چاروں طرف گھیرے ہوئے ہے ایسی ڈراونی حالت میں اور تو اور اپنے بھی علیحدہ ہو جاتے ہیں ہاں اس آڑے وقت میں اگر کوئی کام آتا ہے اور شری گرو

گوبند سنگھ جی کیلئے بندوقوں کی گولیوں کے سامنے، تلوار کی دھار کے مقابل میں تیروں کی تیز نوکوں کے آگے اگر کوئی اپنی چھاتی پھیلاتا ہے تو وہ سید بدھن شاہ ساڈھوروی تھے۔ جنھوں نے ایسے وقت میں اپنے لڑکے کے زیر کمان دو ہزار فوج بھیجی، اور اس لڑائی میں اُن کا اکلوتا لڑکا بھی کام آیا۔ پیارو! غور کرو کہ اس نازک وقت میں ہندو گرو صاحب کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں، مگر کس قدر تعجب اور حیرت کی جا ہے کہ پھر بدنام ہوں تو مسلمان۔ ہماری دل و جان سے یہ دعا ہے کہ جس طرح ایام اولی میں سکھ او مسلمانوں کا اتفاق تھا، دونوں بھائی بھائی تھے، ایکدوسرے کے زبردست غمگسار تھے، ایک کیلئے دوسرا اپنی جان کو جوکھم میں ڈال دینا بہت ہی معمولی بات سمجھتا تھا، خدا کرے کہ اب بھی اسی پریم اور محبّت کی لہران دونوں بھائیوں میں دوڑ جائے اور ایک دوسرے کے ساتھ بچھڑے ہوئے دو پانیوں کی طرح ملجائیں۔ اس قدر تکالیف دینے کے بعد بھی راجہ بھیم چند کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا، اب اُس نے ایک نہایت ادق اور زبردست چال چلی، کہ اس نے گرو صاحب کے ساتھ صلح کی طرح ڈالی جس کی تہ میں یہ غرض پنہاں تھی کہ کسی نہ کسی طرح شاہان مغلیہ کی جست میں گورو صاحب کو لایا جائے۔ اور مغلیہ خاندان کے ساتھ گورو صاحب کی ٹھن جائے اگورو صاحب جو ان دنیوی چالوں سے نا آشنا تھے وہ بھیم چندر کی اس گہری سازش میں آگئے۔ اور بھیم چند کا داؤ چل گیا جب راجہ بھیم چند نے گرو صاحب کے حضور حاضر ہوکر اپنی پچھلی کرتوتوں پر اظہار ندامت کیا تو گورو صاحب نے نہایت خندہ پیشانی سے انھیں معاف کردیا اور گورو صاحب سے اس نے یہ عہد لیا کہ اگر آئندہ کے لئے مجھ پر کوئی مصیبت آئے تو آپ میری مدد فرماویں، راجہ بھیم چند اس بات کو بخوبی جانتا تھا کہ خواہ کچھ ہو جائے۔ مگر گورو صاحب اپنے قول اور عہد کو نہیں توڑ سکتے۔ یہ اطمینان حاصل کرنے کے بعد راجہ بھیم چند نے شاہان دہلی کو خراج دینے سے انکار کردیا یہ دیکھ کر کہ صوبہ سرہند نے ایک دستہ راجہ بھیم چند کی سرکوبی کے لئے بھیجا، راجہ بھیم چند نے گورو صاحب سے مدد طلب کی، گورو صاحب جو اپنے قول کے پکّے اور عہد کے پورے تھے جن کی زبان پر اپنے گورو کا یہ قابل قدر

قول تھا سے

بانہہ جنہاں دی پکڑیئے سر دیجے بانہہ نہ چھوڑیئے ، گورو تیغ بہادر بولیا دھرپیئے دھرم نہ چھوڑیئے

ترجمہ :- جس کا تم بازو پکڑو خواہ وہ تمہارا خطرناک سے خطرناک دشمن ہی کیوں نہ ہو اس کے بازو کو نہ چھوڑو، پرواہ نہیں خواہ تمھیں اپنی جان بھی دینی پڑے مگر اپنے وعدہ پر مستحکم رہو۔ دوستو! جس شخص کے سامنے یہ ماٹو ہو پھر کیسے اور کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے وعدہ سے باز رہے۔ بھیم چندر کی چالاکیوں سے بیخبر ہو کر شاہی فوج کے مقابلہ کے لئے گورو صاحب نے اپنے آدمی بھیجدیئے۔ فوجدار علاقہ نے محض راجہ بھیم چندر کی سرکوبی کیلئے بہت ہی مختصر سا دستہ فوج بھیجا تھا، لکھا ہے کہ اس دستہ کو شکست ہوئی، مگر یہ ابتدا تھی گورو صاحب اور مغلیہ سلطنت سے مقابلہ کی۔

اب غور کیجئے کہ کیا گرو صاحب از خود مغلیہ سلطنت کے مقابلہ پر اُترے، کیا کسی ملک گیری کی ہوس نے اُنھیں مجبور کیا، ہرگز نہیں، بلکہ محض ایک ہندو پہاڑی راجہ کی چالبازی سے جو وہ گورو صاحب کو مغلیہ فوج سے ٹکرا کر گورو صاحب کی طاقت کو ہمیشہ کیلئے کمزور کرنا چاہتا تھا، ان دنوں اورنگزیب رحمتہ اللہ علیہ تو دکن کی طرف ایک مہم پر تھے اس لئے فوجدار علاقہ نے کچھ اور فوج دیکر پہاڑی راجاؤں اور گورو صاحب کے مقابلہ کے لئے بھیجا، مگر اس دفعہ بھی اس دستہ فوج کو شکست ہوئی، ہر دو دفعہ گورو صاحب از خود شاہی فوج کے سامنے معرکتہ الآرا نہیں ہوئے بلکہ محض پہاڑی راجا کی چالبازیوں کی وجہ سے، جو چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح گورو صاحب کو مغلیہ فوج کے مقابلہ میں لایا جائے۔ یہ خبریں جب دکن میں اورنگزیب رحمتہ اللہ علیہ کو پہونچیں کہ اس طرح پنجاب کے پہاڑی علاقہ میں شورش ہے تو اس نے شہزادہ معظم بیگ کو رفع فساد کیلئے پنجاب روانہ کیا، شہزادہ خود تو لاہور چلا گیا اور مرزا بیگ دس ہزاری کو بھیجکر راجاؤں کو مغلوب کر دیا، گورو صاحب بھی چونکہ پہاڑی راجاؤں کی مدد کرتے تھے، اس لئے ایک دستہ فوج سکھوں کی تادیب کے لئے مقرر ہوا، جس نے سکھوں کو شکست دیکر انندپور فتح کر لیا، واپسی پر سکھوں نے فاتح فوج

پر شبخون مارا۔ جس سے کچھ نقصان ہوا شہزادے نے شبخون کی پاداش میں پھر فوج کشی کا حکم دینا چاہا۔ مگر منشی دربار نے شہزادہ کے سامنے گورو صاحب کی بہت تعریف کی۔ جسے سن کر شہزادہ بہت خوش ہوا، اور بجائے فوج کشی کے گورو صاحب کے ساتھ رابطۂ اتحاد کے لئے خط و کتابت شروع کر دی، آفرین ہے منشی دربار کو جس نے گورو صاحب کی سفارش کی اور شاباش ہے شہزادہ کو جس نے منشی دربار کی بات کو مان کر حق شناسی کا ثبوت دیا، پیارو! اب غور کرو کہ ہندو راجہ گورو صاحب سے کیا سلوک کرتے رہے اور مسلمان گورو صاحب سے کس حسن سلوک سے پیش آتے رہے۔ ان سب واقعات سے تو یہ امر صاف ہے کہ گورو صاحب نہ تو سلطنت کے دشمن تھے اور نہ ملک گیری کی انھیں ہوس تھی، یہ سب کچھ ہندو راجاؤں کی چالبازیوں سے ظہور میں آیا، جب ہندو راجوں نے دیکھا کہ اس طرح بھی دال نہیں گلی اور مطلب سدھ نہیں ہوا، تو پھر انہوں نے ایک اور کمینہ راہ اختیار کیا، اور کہا کہ گورو مہاراج ایک بڑا بھاری یگ کیا جائے اور اس میں سے دیوی پرگٹ ہوگی، جو ہندوؤں کی مردہ ہڈیوں میں از سر نو جان ڈالدیگی۔ چنانچہ ایک بڑا بھاری دیوی پرگٹ یگیہ (دیوی کی ظاہر ہونے کے لئے) کیا گیا، جب شعلے بلند ہونے لگے تو مندر کے پوجاری برہمن نے اپنی کمینہ فطرت کا بُری طرح ثبوت دیا، اور کہا کہ گورو مہاراج جب تک آپ جیسا دھرماتما خود یا آپ کا کوئی عزیز بہ نفس نفیس اس یگ کی آہوتی نہیں بنیگا تب تک دیوی پرگٹ نہیں ہوگی، گورو مہاراج ان کی کمینہ فطرت اور مکروہ چالوں کو فوراً تاڑ گئے۔ گورو مہاراج نے مندر کے پوجاری سے مخاطب ہو کر کہا کہ مہاراج آپ برہمن دیوتا ہیں۔ بھلا آپ سے بڑھ کر اور کون دھرماتما ہو سکتا ہے سب سے بہتر یہی ہے۔ کہ آپ کی آہوتی ہی دی جائے، جب ان کو یہ معلوم ہوا، کہ اب تو ہمارا راز طشت از بام ہو گیا، تو وہ سب کے سب پوجاری اور دیگر پہاڑی راجگان چمپت ہو گئے، اور گورو مہاراج ان کی حرکات کو خوب بھانپ گئے، میرا یہ خیال ہے کہ گورو گوبند سنگھ جیسے مواحد شخص کی شان سے یہ بعید تھا، کہ وہ "نمستنگ اکالے نمستنگ ویالے"

کہتے ہوئے "اور کرشن بشن کبھو نہ دھیاؤں جو برچاہوں جو تم سے پاؤں"
یعنی مجھے کرشن اور وشنو وغیرہ دیوی دیوتا کے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے
میں اپنی ہر ایک حاجت کیلئے اس احکم الحاکمین کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں گا جس کے
سامنے یہ دیوی دیوتا بھی ہاتھ باندھے کھڑے ہیں تو بتلائیے کہ ایسا مواحدانہ عقیدہ رکھتے
ہوئے یہ کیسے اور کسطرح ہو سکتا تھا کہ گورو مہاراج دیوی کی پوجا کرتے۔ دیوی کی پوجا
سے غالباً یہی مراد ہوگی کہ وہ بُت پرستوں کو عملی سبق دیں کہ دیکھو جن کی تم پوجا کرتے
ہو وہ نہ تمھاری کوئی بات سنتے ہیں اور نہ تمھیں کوئی فائدہ پہونچا سکتے ہیں، پوجنے
کے قابل صرف وہی ایک ہستی ہے۔ جو ہماری دعاؤں کو سنتی اور ہماری جائز خواہشات
کو پورا کرتی ہے۔

جب گورو صاحب نے یہ دیکھا کہ حلوہ مانڈ کھانیوالے ریاکار لوگ بھی شامل
ہیں جو دراصل منافق ہیں، اور وقت پڑے پر فوراً پیٹھ دکھا کر بھاگ جاتے ہیں
اس لئے گورو صاحب نے منافق اور مخلص کا امتحان کرنا چاہا اور ایک خیمہ ایستادہ
کیا گیا اور گرو صاحب برہنہ تلوار لے کر خیمہ کے آگے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اسوقت
گرو کے پیاروں کے سروں کی ضرورت ہے وہ آئیں اور چند لمحوں کی تکلیف کے
عوض دائمی راحت اور خوشی کو حاصل کریں۔ یہ کڑی آزمایش دیکھ کر جسقدر حلوہ مانڈہ
کھانیوالے تھے، وہ سب کے سب رفو چکر ہو گئے، ہاں جن کے دل میں گورو
کی محبت تھی اور جنھیں گرو کے ساتھ سچا پریم تھا، وہ بڑی خوشی کے ساتھ گرو کی دعوت
کو لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھے اور کہا ؎

ایہہ تن بِش کی بیلڑی گرو امرت کی کان ٭ سیس دیئے جو گرو ملے تو بھی سستا جان

گورو صاحب نے ان مخلص لوگوں کو ریاکاروں اور منافقوں سے الگ کر لیا اور اسکا
نام "خالصہ" رکھا، چونکہ پہاڑی راجوں کی آئے دن کی شرارتوں سے گورو مہاراج
تنگ آ گئے تھے وہ کوئی کمینہ سے کمینہ چال نہ تھی جو پہاڑی راجاؤں نے گرو صاحب

کے برخلاف نہ چلی ہو، آخر تنگ آکر گورو صاحب نے بھی اپنے چیلوں کو حکم دیا کہ اب صبر کا وقت نہیں ہے اب کھلم کھلا پہاڑی راجاؤں کا مقابلہ کرو ان لوگوں نے جسقدر ہمکو تنگ کیا ہے تم بھی اپنے دل کا بخار نکالو، جسقدر مہذب اقوام ہیں مدافعانہ جنگ کو کسی نے بھی منع نہیں کیا، بلکہ قوم کی زندگی کے لئے مدافعانہ پہلو ایسا ہی ضروری ہے جیسا انسانی بقا کیلئے ہوا لازمی ہے۔ وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگوں پر آوازے کستے ہیں، اور اسلامی جنگوں کو برے سے برے سانچے میں ڈھالکر دنیا کے سامنے پیش کرنا اعلیٰ درجہ کا کارِ خیر سمجھتے ہیں، جائیں وہ لوگ ذرا شری رامچندر کے سوانح پر نظر ڈالیں کہ آخر تنگ آکر ان کو بھی راون کے مقابلہ میں اپنی تلوار سونتنی پڑی جائیں وہ ذرا پیارے کرشن کی زندگی پر نظر ڈالیں جنہوں نے مدافعانہ جنگ میں فریقین کو ہی تباہ کرادیا، پچھلے دنوں یورپ میں جو جنگ عظیم اور مہابھارت شروع تھا، دیکھو اس میں ہماری سرکار کو بھی مدافعانہ جنگ کرنی پڑی جو قوم اپنے بچاؤ کے لئے کوئی اسباب مہیا نہیں کرتی وہ بہت جلد دنیا سے ناپید ہو جاتی ہے اس لئے گرو صاحب کو بھی آخر پہاڑی راجاؤں سے تنگ آکر تلوار میان سے سونتنی پڑی اور پہاڑی راجاؤں کو ناکوں چنے چبوائے، ان کے تقریباً چار ہزار آدمی مارے گئے بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ پہاڑی راجاؤں نے کھلم کھلا گورو صاحب کو یہ پیغام دیا تھا کہ تم انندپور جو گرو صاحب کی زر خرید جگہہ تھی، خالی کردو، مگر گورو صاحب نے انکار کیا، پہاڑی راجاؤں نے اور دھمکیاں دینی شروع کیں، پھر گرو صاحب نے بھی ان کے برخلاف علانیہ جنگ شروع کردی، واقعات خواہ کچھ ہوں مگر اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ گرو صاحب نے محض تنگ آکر پہاڑی راجاؤں کے مقابلہ میں ہتھیار اُٹھائے، جب گرو صاحب کے مقابلہ میں ان کو سخت ترین ہزیمت اُٹھانی پڑی تو اور بھی زیادہ سٹ پٹائے۔ اور ہر ایک راجہ کو راجپوتی شان کی قسم دی کہ اگر گرو صاحب کی طاقت کو نہیں توڑا جائیگا، تو پھر یہ ان کی بڑھتی ہوئی طاقت ہمیں نیست و نابود کردیگی اس لئے سب ملکر صوبیدار سرہند کے حضور حاضر

ہوئے اور گورو صاحب کے مقابلہ کیلئے مدد کی درخواست کی صوبہ سرہند نے فوج
کا کثیر حصہ گورو صاحب کے مقابلہ کے لئے پہاڑی راجاؤں کیساتھ کردیا چونکہ مقابلہ
کی فوج زیادہ تھی اس لئے گورو صاحب نے علانیہ میدان میں لڑنے کی بجائے انندپور
کے قلعہ میں محصور ہوکر مقابلہ کو زیادہ محفوظ سمجھا۔ پہاڑی راجاؤں نے شاہی فوج کے
ساتھ ۱۷ مگھر سمت ۱۷۵۰ کو بمقام کیرت پور گورو صاحب پر حملہ کر دیا اور گرو صاحب
محصور ہو گئے۔ گورو صاحب کے بہت سے آدمی بھی اس جنگ میں کام آئے اور
رسد بھی ختم ہوگئی، آخر تنگ آکر گرو صاحب کسی طریقہ سے بچکر قلعہ سے باہر صاف
نکل گئے۔ جب پہاڑی راجاؤں کو یہ معلوم ہوا کہ باوجود ہماری ان شدید کوششوں
کے گورو صاحب صاف بچکر نکل گئے، تو ان کے رنج وغصہ اور غیض وغضب کی کوئی
انتہا نہ رہی، گورو مہاراج نے انندپور سے نکل کر ملک کے مختلف حصص میں گھومنا
شروع کیا وہ پہلے راجہ بسونی کے علاقہ میں گئے اور اس کے بعد راجہ بھنبر کے
ہاں چلے گئے ان راجاؤں کو اسوقت گرو صاحب سے کوئی عناد نہ تھا کیونکہ گرو
صاحب لڑائی کے لئے پیشقدمی کیواسطے نہ پہلے تیار تھے، نہ اب گورو صاحب نے
جو کچھ بھی کیا محض مدافعانہ رنگ میں، چنانچہ اس طرح بحالت دشت نوردی
راجہ کلموٹھہ نے گورو صاحب کی جماعت پر حملہ کرکے اُن کو لُوٹ لیا تو سکھوں کی
رگ حمیت پھر جوش میں آئی اور اُنھوں نے راجہ کلموٹھہ کے حملہ کی مدافعت پر کمر
ہمت کو چست کیا، راجہ کلموٹھہ کی اعانت کیلئے جوالا مکھی کا مہنت بھی ایک خاصہ
دستہ دیوی کے اپاسکوں کا لیکر آملا اور ہر دو نے ہندوؤں کے جذبات کو اسطرح
بھڑکانا شروع کیا کہ گورو جنیو اور چوٹی کا سخت دشمن ہے دیوی دیوتا کی پوجا سے
لوگوں کو منع کرتا ہے تیرتھوں پر جانیسے روکتا ہے ویدوں کی نندیا کرتا ہے
اس لئے گورو صاحب کے مقابلہ میں سب ہندوؤں کو راجہ کلموٹھہ کی ضرور
مدد کرنی چاہیئے، مہنت کے اس اپدیش کو سن کر بہت سے ہندو جوش میں آگئے
اور سب گرو صاحب کے مقابلہ کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے بڑی زبردست لڑائی

ہوئی مگر خدا کی شان گورو صاحب کے مقابلہ میں دیوی دیوتاؤں کے پوجاریوں کو
شکست فاش ہوئی راجہ کلموٹھ جنگ سے منہ موڑ کر میدان سے بے طرح بھاگ نکلا
سکھوں نے مہنت صاحب کی درگت کی، گورو صاحب پر جو دیوی پوجا کا الزام لگایا
جاتا ہے یہ واقعہ نہایت شدومد سے اس کی تردید کرتا ہے اگر گورو صاحب دیوی کے
پوجاری ہوتے، تو یہ بالکل صاف اور ظاہر بات تھی، کہ جوالا مکھی یا جوالا دیوی کا مہنت
ہرگز ہرگز اس طرح گورو صاحب کے برخلاف لڑائی کے لئے نہ اٹھتا، اور ہندوؤں سے
اس طرح اپیل نہ کرتا، کہ گورو صاحب دیوی دیوتا کی پوجا کے دشمن ہیں اور ہندو دھرم
سے بیزار ہیں، یہ واقعہ نہایت صریح اور صاف الفاظ میں دیوی پوجا کا الزام جو گرو صاحب
پر لگایا جاتا ہے اس کی تردید کرتا ہے خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا دیکھنے والی بات یہ
ہے کہ گورو صاحب کی جس قدر بھی لڑائیاں ہوئیں وہ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں
نے ہی سب سے پہلے گرو صاحب کی طاقت کو کچلنے کے لئے ہتھیار اٹھائے اگر مسلمان
لڑائی میں شامل ہوئے تو محض ہندو راجاؤں کی شدید کوشش اور چالبازیوں کی وجہ
سے، ہندو راجاؤں نے جب گرو صاحب کو اس طرف لڑائی میں مصروف پایا تو گورو صاحب
کی عدم موجودگی میں انندپور کو لوٹ کر بالکل ویران کر دیا، عمارتوں تک کو منہدم کر دیا
اور ایسا کرنے کے بعد ہندو راجے بالکل بےفکر ہو گئے کہ اب گورو گوبند سنگھ انندپور
نہیں آسکیگا، راجہ کلموٹھ کو شکست دینے کے بعد جب گورو صاحب انندپور پہونچے
تو انھوں نے انندپور کو خراب خستہ حالت میں پایا۔ مگر گورو صاحب وہیں ویران
شدہ انندپور میں ہی بیٹھ گئے اور بہت سے مرید آپ کے گرد جمع ہو گئے اور تھوڑے
ہی عرصہ میں انندپور پھر پہلے کی طرح آباد ہو گیا یہ دیکھ کر پہاڑی راجہ پہلے سے بھی
زیادہ سٹ پٹائے، اور اب کی دفعہ پہاڑی راجاؤں نے گورو صاحب کے خلاف
نہایت ہی کمینہ اور مکروہ چال چلی، وہ بجائے صوبہ سرہند کے پاس جانیکے سیدھے دہلی
اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہونچے اور کہا کہ گورو گوبند سنگھ مذہب اسلام کا
خطرناک دشمن ہے اور وہ اسلام اور اسلامیوں کو بیخ و بن سے اکھیڑنا چاہتا ہے اگر

جلد ہی سے اس فتنہ کو فرو نہ کیا گیا تو یہ نہایت خطرناک صورت اختیار کر جائیگا ابھی وقت ہے، اور نہ صرف یہ سلطنت اور اسلام کا ہی دشمن ہے بلکہ بوجہ سلطنت کے فرماں بردار ہونے کے یہ ہمارا بھی خطرناک دشمن ہے ہم اس کے ہاتھوں بارہا لوٹے گئے ہمیں کوئی دن چین کا نصیب نہیں ہوا، یا تو شہنشاہ معظم ہماری حفاظت کریں یا خراج لینا چھوڑ دیں، مگر اورنگ زیب جیسا غیور آدمی اس طعن کو کیسے برداشت کر سکتا تھا، صوبہ دار کو گرو صاحب کی طلبی کا حکم بھیجا طلبی نامہ لے جانے والے سوار تین دفعہ قتل کئے گئے پھر فوج بھیجی گئی،

اب جائے غور ہے کہ ہندو راجے پہلے خود گورو صاحب سے لڑے جب اس طرح ان کا مطلب حل نہ ہوا تو صوبہ سرہند کو رشوتیں دیکر اپنے ساتھ ملایا اور جب اس طرح بھی دل کی بات پوری نہ ہوئی تو پھر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور جا کر رو پیٹے، ان سب واقعات پر غور کرنے سے یہ نتیجہ صاف نکلتا ہے کہ مسلمانوں کو گورو صاحب سے قطعاً کوئی عداوت اور دشمنی نہ تھی، گورو صاحب نے جسقدر دکھ اٹھائے وہ ہندو راجوں کے ہی ہاتھوں، عالمگیر نے جب ہندو راجاؤں سے گورو صاحب کے متعلق شکایات کا دفتر سنا تو مجبور ہو کر انھوں نے ہندو راجاؤں کے ساتھ کچھ فوج کر دی اور نواب سرہند کو گورو صاحب کی طلبی کا حکم بھیجدیا اور شاہی فوج نے ۷ پھاگن سمت ۱۷۵۹ کو انند پور کا محاصرہ کر لیا، اور لڑائی شروع ہو گئی، راجہ بھیم چند اور عظیم خاں جو سرلشکر تھے وہ اس لڑائی میں کام آئے، ان کے مارے جانیکے بعد فوج میں ابتری پھیل گئی اور وہ بھاگ گئے، گورو صاحب کی طرف سے جن شخصوں نے اس لڑائی میں میں داد مردانگی دی ان میں میر بیگ اور ماموں خان بہت مشہور ہیں مسلمانوں کا گورو صاحب کی فوج میں شامل ہونے سے یہ نتیجہ صاف نکلتا ہی کہ نہ گورو صاحب کو مسلمانوں سے کوئی دشمنی تھی، اور نہ مسلمانوں کو گورو صاحب سے کوئی عداوت، اگر ایسا نہوتا، تو نہ کوئی مسلمان گورو صاحب کی فوج میں بھرتی ہوتا اور نہ اس طرح سے داد مردانگی دیتا، گورو صاحب کی لڑائی تو راجہ بھیم چند سے تھی جسطرح راجہ بھیم چند

سے گورو صاحب لڑنے کے لئے مجبور تھے، اسی طرح سلطنت بھی اپنے ایک باجگذار کی مدد کیلئے مجبور تھی، پیارو! غور کرو سکھوں کی طرف سے کون لڑا؟ سکھ اور مسلمان کسی ہندو کا نام و نشان نہیں پاؤ گے، کیا اس وقت کے مسلمان اور سکھ اس طرح تعصب، ضد اور ہٹ میں ڈوبے ہوئے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں، ان کا طرز عمل صاف صاف بتلاتا ہے۔ کہ وہ ٹھیک ایک دوسرے کیساتھ محبت سے رہتے تھے، گورو صاحب کے عہد میں موجودہ تعصب کا نام و نشان تک بھی نہ تھا، اب رہا سوال یہ کہ عالمگیر نے گورو صاحب کی تادیب کیلئے کیوں فوج بھیجی، وجہ یہ کہ سب پہاڑی راجے جن کا سرغنہ راجہ بھیم چند رتھا، شہنشاہ عالمگیر کے حضور جاکر روئے کہ گورو صاحب نے ہمیں بہت تنگ کر رکھا ہے نہ صرف ہمیں بلکہ وہ پنجاب میں مسلمانوں کی سلطنت کو تہ و بالا کر دینا چاہتا ہے یہ سن کر عالمگیر نے اپنے ایک باجگذار کی اعانت کرنا اور اسکی شکایات پر کان دھرنا ضروری سمجھا۔ گورو مہاراج نے فقیرانہ طرز معاشرت کی شان کے بعید سمجھا کہ پہاڑی راجاؤں کی شکایات عالمگیر کے پاس لیکر جاتے اگر گورو صاحب بھی اورنگ زیب کے پاس پہاڑی راجاؤں کی شکایات اور اُن کے حرکات شنیعہ سے شہنشاہ عالمگیر کو اطلاع دیتے تو یقیناً یقیناً اورنگ زیب گورو صاحب کی شکایات پر بھی دل سے کان دھرتا جس طرح پہاڑی راجاؤں کی شکایات پر توجہ کی۔ اور شاہی فوج کو ہندو راجگان کی امداد کے لئے احکام جاری ہو گئے۔

جب شاہی فوج کو ساتھ لیکر راجہ بھیم چند کرپال چند والئے کٹوچی راجہ کیسری چند والئے جسوال راجہ سکھدیو والئے جسروٹھہ راجہ ہری چند والئے ہنڈورہ، اور راجہ پرتھی چند والئی ڈدوال اور راجہ فتح چند سری نگر، غرضیکہ قریباً سب کے سب ہندو پہاڑی راجے شری گورو گوبند سنگھ صاحب پر مقام انندپور حملہ آور ہوئے اور گورو صاحب بڑی بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے قلعہ چمکور میں محصور ہو گئے گورو مہاراج کی بوڑھی والدہ اور دو چھوٹے چھوٹے لخت جگر اس افراتفری کی حالت میں روپڑ کے قریب موضع کھیڑی میں اپنے خاندانی پروہت گنگو برہمن کے ہاں

رات آرام کرنے کے لئے ٹھہرے، وہ گنگو برہمن جو گورو صاحب کا نمک خوار تھا جس پر گورو صاحب کے بے پایاں احسانات تھے مگر اس ظالم اور سفاک نے جب گورو مہاراج کے جگر کے ٹکڑوں کو بے سرو سامانی کی حالت میں پایا تو اس خونخوار کی نظر بدل گئی، اپنے ہاتھوں کو ان معصوموں کے خون میں رنگنا چاہا، اس کی بدلی ہوئی نظر کو دیکھ کر گورو مہاراج کی والدہ مکرمہ نے زیور اتار کر دیدیا، مگر اس خونی اور سفاک اور ستم کیش کا دل ٹھنڈا نہ ہوا، یہ بھینٹ (نذر) لیکر بھی برہمن دیوتا پرسن نہوے بلکہ انہوں نے اپنی دکھشنا (نذر) میں گورو مہاراج کے لخت جگروں اور نونہال فرزندوں کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہا، چنانچہ گنگو برہمن نے فی الفور حاکم سرہند کو اطلاع دی کہ اس طرح گورو گوبند سنگھ صاحب کے لڑکے میری حراست میں ہیں، چنانچہ حاکم سرہند نے لڑکوں کو معہ اُن کی بوڑھی دادی کے بُلا بھیجا حاکم سرہند اگرچہ مسلمان تھا، لیکن وہ ظالم و سفاک نہ تھا، اس نے تا فیصلہ گورو صاحب کے صاحبزادگان کو نظر بند کر دیا آخر اُس نے بچوں کو اپنے سامنے بُلایا کہ اُن کی قسمت کا فیصلہ کرے، آگے ان دو معصوم بچوں کے ساتھ کیا گذری، ہمارے وطنی دوستوں نے بیچارے مسلمانوں پر یہ از سرتا پا لغو اور بیہودہ الزام لگایا ہے کہ صوبہ سرہند نے ان بچوں کو زندہ دیوار میں چُنوا دیا تھا، لیکن واقعات کی موجودگی میں یہ سراسر جھوٹ ہے کیونکہ صوبہ سرہند اگرچہ حاکم وقت تھا۔ لیکن اس کی پوزیشن گورو گوبند سنگھ کے بارہ میں بعینہ وہی تھی، جو کہ ہیرودیس کی مسیحؑ کے صلیب پر کھینچنے کے متعلق تھی، جس طرح گنگو برہمن نے اپنے مدد و معاون کے خلاف رپورٹ کر کے ان کو حاکم وقت کے ہاتھ میں گرفتار کروایا تھا، بعینہ اسی طرح مسیحؑ کے ایک خادم نے اپنے مخدوم کو پکڑوایا تھا جبوقت حضرت مسیحؑ کو ہیرودیس کے سامنے لایا گیا، اور اس نے بطور حاکم وقت کے اس مقدمہ کی سماعت کی تو اس نے فتویٰ دیا کہ میں اس شخص کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا، کہ جس کی بدولت اس کو قتل کیا جاوے، میں اپنے ہاتھ پانی سے دھوتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ یہ ایک بے گناہ شخص ہے۔ لیکن مسیحؑ کی قوم کے آدمیوں نے شور مچایا کہ اس کو پھانسی دو اگر

تم چھوڑنا چاہتے ہو، تو چور اور ڈاکو کو چھوڑ دو، لیکن مسیحؑ ہمارے نزدیک چور اور ڈاکو سے بھی بُرا ہے اسکو پھانسی دو، اسکو پھانسی دو، حاکم وقت نے مسیحؑ کی قوم کے اس واویلا کو سُن کر کہا، کہ میں اس شخص کو بیگناہ سمجھتا ہوں، اور میں اس کے قتل کے حق میں نہیں ہوں، لیکن میں اسکو تمہارے سپرد کرتا ہوں، تم اس کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو، ان ملعون لوگوں نے مسیحؑ کو صلیب پر کھینچا، ٹھیک اسی طرح جب گرو گوبند سنگھ کے نازک اور ننھے ننھے بچے صوبہ سرہند کے پاس لائے گئے، تو نواب شیر محمد خان والئی مالیر کوٹلہ نے کہا کہ یہ معصوم اور بے گناہ بچے ہیں، ان کا کوئی گناہ نہیں ہے ان کو ہرگز نہیں مارنا چاہیئے، نواب مالیر کوٹلہ کی اس درخواست کو سُن کر صوبہ سرہند کا دل پگھل گیا، لیکن اس کے شیطان صورت موذی دیوان سچدانند نے جو کہ ایک کھتری ہندو تھا، نواب مالیر کوٹلہ اور صوبہ سرہند کو مخاطب کر کے کہا

"افعی را کُشتن و بچہ اش را نگہداشتن کار خردمنداں نیست چرا کہ عاقبت گرگ زادہ گرگ شود" اس موذی سچدانند کھتری کا گورو مہاراج اور ان کے فرزندوں کے بارے میں یہ تقاضا بعینہٖ اسی قسم کا تقاضا تھا، جس قسم کا تقاضا کہ عیسےٰ کی قوم کے یہودی لوگوں نے مسیحؑ کو صلیب پر دینے کیلئے کیا تھا، کہ چور اور ڈاکو چھوڑ دو، لیکن مسیح کو ضرور پھانسی دو، مگر حاکم وقت نے اپنے ہاتھ سے مسیح کو صلیب دینے کی بجائے یہ کہکر اس کو اپنی قوم کے سپرد کر دیا کہ یہ تمہارا آدمی ہے تم اس کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو، اسی طرح ان مذکورہ بالا واقعات کی موجودگی میں صوبہ سرہند نے گنگو رام برہمن اور دیوان سچدانند کو کہا کہ اگر یہی بات ہے کہ تمہارے نزدیک ان کا باپ بھی زہریلا سانپ یا بھیڑیا ہے اور یہ بھی زہریلے سانپ کے بچے ہیں تو یہ تمہاری اپنی ہندو قوم کے ممبر ہیں، میں ان پر ہاتھ اُٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوں بلکہ تمہاری قوم کے بچوں کو تمہارے ہی سپرد کرتا ہوں، تم ان کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو اور یہ کونسی بڑی بات ہے کہ جس صورت میں کہ پہاڑی ہندو راجگان گورو گوبند سنگھ کے خون کے اس قدر پیاسے تھے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کیلئے ہم

بممکن سے ممکن ذریعہ بہانہ اور حیلہ کو کام میں لانا ضروری اور لازمی سمجھتے تھے جس صورت میں کہ ایسے ہندو لوگوں کے انتقام کی یہ حالت ہو کہ گورو مہاراج کا پرانا خدمتگار تک بھی ان کے بچوں کے خون تک کا پیاسا ہو رہا ہو۔ خود دیوان سچدانند ہند و کھتری بھی ان کے خون کا اسقدر پیاسا ہو کہ وہ ان کو سانپ اور بھیڑیے کے بچے بنا کر حاکم وقت کو ان کے قتل پر زور دے رہا ہو، اس صورت میں یہ کہنا بالکل درست ہوگا، کہ گورو مہاراج کے لخت جگروں کے خون کا ذمہ دار سرہند کا مسلمان صوبیدار نہیں تھا، بلکہ یہودا اسکریوطی کی طرح گنگو رام برہمن اور دیوان سچدانند کھتری ہی ان معصوم بچوں کے خون کے ذمہ دار تھے، واقعات کی اس لڑی کی موجودگی میں سرہند کا مسلمان صوبیدار گورو گوبند سنگھ کے بچوں کے خون سے بالکل بری الذمہ ثابت ہو جاتا ہے

پیارو! جب یہ خبر حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو پہونچتی ہے کہ اسطرح دو معصوم بچے دیوار میں چنے گئے، تو باوجود یہ سمجھنے کے کہ اس گناہ اور ظلم کا بار گنگو برہمن اور سچدانند دیوان کی گردن پر ہے، مگر پھر بھی حضرت اورنگ زیبؒ نے حاکم سرہند کو ہمیشہ اور ہمیشہ کیلئے معطل کر دیا، حالانکہ پہلے زمانہ میں نواب یا حاکم نسلاً بعد نسل چلے آیا کرتے تھے، کیا یہ نواب سرہند کو تھوڑی سزا ملی۔ کہ اس کے خاندان کو ہی نوابی اور حکومت سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا یا بقول کسی ہندی دان کے "**کل مار**" یا خاندان ہی تباہ کر دیا، اس سے زیادہ اور کیا سزا ہو سکتی تھی، بے شک گورو مہاراج کے دو معصوم بچوں کا قتل دنیا کی تاریخ میں ایک سرخ ورق ہے۔ اور خون چکاں کی ایک مہیب تصویر سفاکی اور خونخواری کا ایک بھیانک نظارہ ہے جسے دنیا کی سخت سے سخت سیاست بھی روا نہیں رکھے گی، مگر پیارو قابل غور یہ ہے سوال کہ یہ فعل نہ تو سلطنت کے حکم سے ہوا اور نہ شرع نے یہ فتوے دیا، اصلیت جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے گنگو برہمن اور دیوان سچدانند کے اصرار سے یہ ہوش ربا واقعہ ظہور میں آیا مگر پھر حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے خبر پاتے ہی نواب سرہند کو ہمیشہ کے لئے معطل کر کے اس کی "کل ناش" یا خاندان ہی کو برباد کر دیا، اب اس سے بڑھکر اور کیا سزا ہو سکتی تھی چنانچہ اسکے بعد جن دنوں مالیر کوٹلہ اور سکھ ریاستوں میں بگاڑ ہوا اور ریاستہائے پھلکیاں نے مالیر کوٹلہ پر چڑھائی کی تو مہارانی صاحبہ پٹیالہ نے صرف اس بنا پر مدد دی کہ ایکدن نواب مالیر کوٹلہ نے گورو گوبند سنگھ کے بیگناہ بچوں کی سفارش کی تھی سکھوں

کو وہ احسان نہ بھلانا چاہیے اس سے بھی اندازہ لگالو کہ سمجھدار اور ذی علم سکھ دو اشخاص کو خوب سمجھتے ہیں کہ آڑے وقت میں گورو صاحب کی کس نے مدد کی —— اب دوسری طرف دیکھو کہ گورو صاحب پر کیا گذری، قلعہ چمکور میں شاہی فوج کے محاصرہ کے وقت گورو صاحب نے آنکھ بچا کر اپنی جگہ ایسے عقیدت کیش کو جس کی شکل گورو صاحب سے ملتی جلتی تھی، کھڑا کر کے آپ قلعہ سے باہر نکل آئے، مکان سے نکلنے پر دو مسلمانوں نے آپ کو دیکھ لیا، اور تعاقب کیا مگر جب نزدیک جاکر دیکھا، تو پہچان لیا اور ادب سے پیش آئے کسی قسم کا تعرض نہ کیا، حالانکہ اگر وہ چاہتے تو نہایت آسانی کے ساتھ گورو صاحب کو روک سکتے تھے، مگر نہیں نہیں اُنھوں نے اشارۃً اور کنایۃً گورو صاحب کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ تک نہ نکالا۔ اور بڑے ادب سے پیش آئے،

گورو صاحب کئی راتوں سے تھکے ماندے تھے، کھایا بھی کچھ نہ تھا، فاصلہ پر جنگل میں جاکر ایک کھیت میں، دو چار ڈھیلے سرہانے رکھکر لیٹ گئے کئی راتوں سے نہ سونیکی وجہ سے گورو صاحب کو لیٹتے ہی نیند آگئی، جب آنکھ کھلی تو رات کا پچھلا وقت تھا، گورو مہاراج اُٹھکر تن تنہا وہاں سے روانہ ہوئے اور صبح ماچھیواڑہ پہونچ کر باغ میں لیٹ گئے باغ کے مالک نبی خاں اور غنی خاں دو بھائی بھی وہیں تھے، جب اُنھوں نے قریب جاکر دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ گورو صاحب ہیں، اور بے سروسامانی کی حالت میں شاہی فوج سے شکست کھاکر بھاگے ہیں تو وہ دونو بھائی کمال عزت و احترام سے پیش آئے، بڑی محبت کے ساتھ انھیں اپنے ہاں لے گئے پہلے گورو صاحب کا وہاں پہونچکر ایک ہندو گلاب سنگھ کے ہاں ٹھہرنے کا ارادہ ہوا، مگر اُس نے صاف جواب دیدیا کہ میں ہرگز آپکو اپنے گھر میں نہیں ٹھہرا سکتا مگر غنی خان اور نبی خان دونو بھائی بکمال ادب سے گورو مہاراج کو اپنے گھر لے گئے، اس جگہ گورو صاحب کے تین عقیدت کیش سکھ بھی آملے یہ معلوم ہونے پر کہ شاہی فوج تعاقب کئے آرہی ہے گورو صاحب نے غنی خاں کے ذریعہ بعض تاریخوں کی رُو سے اپنے فارسی کے اُستاد اور بعض روایات سے ہم مکتب قاضی پیر محمد کو بُلا بھیجا، قاضی صاحب گورو صاحب کا نام سنتے ہی دوڑے آئے اور نہایت محبت سے ملے، اور باہمی مشورہ کیا گیا کہ شاہی فوج کے

تعاقب سے گورو صاحب کو بچانے کے لئے کیا ترکیب کی جاوے، آخر نبی خان غنی خان اور قاضی صاحب کے مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ گرو صاحب کو نیلے کپڑے پہنائے جائیں، اور انھیں اوچ شریف کا پیر ظاہر کیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور شاہی فوج کے جاسوس بھی ماچھیواڑہ پہونچ گئے، اور نبی خان اور غنی خان کو بلا بھیجا، اور کہا گیا کہ تمھارے ہاں گوبند سنگھ چھپا ہوا ہے اس کو ہمارے حوالہ کردو انھوں نے یہ کہا کہ وہ تو اوچ شریف کے پیر ہیں اور ہمارے ہاں اُترے ہوئے ہیں انھوں نے کہا کہ ہمارے سپہ سالار سردار دلیر خان بھی اُن کی زیارت کرنا چاہتے ہیں چنانچہ گورو صاحب کو پالکی میں بٹھاکر نبی خان اور غنی خان دونوں بھائیوں نے پالکی کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور انھیں عزت واحترام سے افسر فوج کے پاس لے گئے، اور افسر فوج نے کہا، کہ نہیں یہ تو گوبند سنگھ ہے مگر نبی خان اور غنی خان اور قاضی پیر محمدؐ نے گواہی دی کہ نہیں یہ تو اوچ شریف کے پیر ہیں، اور چند دنوں سے ہمارے ہاں تشریف فرما ہیں، یہ صاف ظاہر ہے لباس بدلنے سے کبھی انسانی صورت میں فرق نہیں آجاتا کہ اس کا پہچاننا مشکل ہو جائے، افسر فوج خوب سمجھتا تھا کہ یہ گورو گوبند سنگھ ہے مگر جب انھوں نے دیکھا کہ چند شریف مسلمان آپکی حمایت میں ہیں تو افسر فوج نے زیادہ اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا صرف یہی کہا کہ ہم آپ کے پیر صاحب کی دعوت کرتے ہیں چنانچہ دعوت دیگئی، گورو صاحب، نبی خاں، غنی خاں اور قاضی پیر محمدؐ صاحب نے ملکر افسر فوج کے ساتھ دعوت کو تناول فرمایا اور شاہی فوج واپس چلی گئی، اب خدا خدا کے لئے گنگو برہمن اور دیوان سچدانند کے سلوک کا غنی خان اور نبی خان پٹھان اور قاضی پیر محمدؐ صاحب کے سلوک سے مقابلہ کرو، کہ ہر دو کے سلوک میں زمین آسمان کا فرق ہے ایک فریق گورو صاحب کے صاحبزادوں کو قتل کئے جانے پر زور دیتا ہے دوسرا فریق نہ صرف یہ کہ ایسے نازک وقت میں جبکہ شاہی فوج گورو صاحب کا تعاقب کر رہی ہے پناہ دیتا ہے بلکہ ان کو دشمن کے پنجہ سے رہائی دلانے کے لئے اپنا پیر ظاہر کرتا ہے اور اُن کی پالکی کو اپنے کندھوں پر اُٹھانا باعث فخر خیال کرتا ہے

پھر موضع دینانگر سے گورو صاحب نے بھائی دیا سنگھ کے ہاتھ ۱۰۸ اشعار کی نظم حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجی جو باہمی خوشگوار تعلقات پر بخوبی روشنی ڈالتی ہے جسمیں سے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

ستم کشتہ ام کو ہیاں بت پرست ۔۔۔ کہ آن بت پرستند و من بت شکن
ببیں قدرت نیک یزدان پاک ۔۔۔ کہ از یک بدہ لک رساند ہلاک
کہ پیماں شکن بے دریغ آمدند ۔۔۔ بہ شمشیر و تیر و تفنگ آمدند
چو کار از ہمہ حیلتے را گسست ۔۔۔ حلال است بردن بہ شمشیر دست
ہمہ آخر چہ مردی کند کارزار ۔۔۔ کہ بر چہل تن آمدش بیشمار
ترا ماندایم یزدان شناس ۔۔۔ برآمد ز تو کارہا برخراش
اگر صد قرآن را بخوری قسم ۔۔۔ مرا اعتبارے نہ ایں ذرہ دم
حضورت نیایم نہ ایں رہ شوم ۔۔۔ اگر شاہ بخواند من آنجا روم
چرا شد کہ چوں بچگاں کشت چار ۔۔۔ کہ باقی نماند چو پیچیدہ مار
خویشتن شاہ شاہان اورنگ زیب ۔۔۔ چہ چالاک و دستور چابک رکیب
کہ روشن ضمیر است حسن و جمال ۔۔۔ خداوند بخشندۂ ملک و مال
شہنشاہ اورنگ زیب عالمین ۔۔۔ کہ دارائے دور است و دارا زمین
شریعت پرست و فضیلت جناب ۔۔۔ حقیقت شناس و مطیع کتاب
چو تشریف در قصبہ کانگر کند ۔۔۔ در آنجا ملاقات بہم شود
نہ ذرہ دریں راہ خطرہ تراست ۔۔۔ ہمہ قوم بیڑار حکم تراست
بیاں شہ خود را زبانی کنم ۔۔۔ بروئے شما مہربانی کنم
یکے اسپ شائستہ یکصد ہزار ۔۔۔ بیا تا بگیری زمن ایں دیار
شہنشاہ را بندۂ چاکریم ۔۔۔ اگر حکم آید بجا حاضر شویم
فرستد گر شاہ فرمان بمن ۔۔۔ حضورش بیائیم ہمہ جان و تن

یہ نظم صاف اور کھلی ہے اس میں کوئی پیچ اور گرہ نہیں ہے گورو صاحب کہتے ہیں کہ میں کانگڑہ کے پہاڑی راجاؤں کیساتھ جو مشرک تھے لڑ رہا تھا اور رلا انتہا خداؤں کی بجائے ایک واحد اور حقیقی معبود کا نام

روشن کرنیکے لئے مشرکوں کے ساتھ جنگ آزما تھا اور محض اسلئے کہ میں خداوند تعالیٰ کا نام روشن کرنیکے لئے شرک اور بدعت کا قلع قمع کرنے کیواسطے نبرد آزما تھا اسواسطے مجھ پر خدا کا اس قدر فضل تھا کہ میرا ایک ایک توحید پرست دس دس لاکھ مشرکوں پر بھاری تھا، کہ اچانک صوبیدار سرہند مشرکوں کی مدد اور اعانت کیلئے آملا، اس نے اپنے اس ناروا فعل سے اس عہد کو بُری طرح توڑا جو خدا کی کتاب میں نے پڑھا تھا، کہ شرک کی بجائے توحید کی اشاعت کرو اصولاً چاہیئے تھا کہ وہ میری مدد کرتا کیونکہ میں توحید کا نعرہ بلند کرنے کیلئے مشرکوں سے لڑ رہا تھا مگر اس نے سب عہد و پیمان کو بہت بُری طرح درہم برہم کیا اور مشرکوں سے ملکر شرک کی مدد اور توحید کی مخالفت کی دریں حال اگر وہ سیکڑوں قسمیں بھی قرآن مجید کی کھاتا تو میں اسپر رتی بھر بھی اعتبار نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ آدمی جو صریح قرآن مجید کی مخالفت کر رہا ہو، قرآن کریم اس کی حلف کیا وقعت رکھ سکتی ہے اس سے آگے چلکر وہ کونسی خوبیاں اور محاسن اور نیکیاں ہیں جو شری گورو مہاراج نے حضرت اورنگ زیبؒ میں تسلیم نہیں کیں، روشن ضمیر اور فضیلت کا مالک آپ کو کہا وہ لوگ جو حضرت اورنگ زیبؒ کے متعلق بُرے سے بُرے الزامات لگانا و جہاں کی نیکیاں سمجھتے ہیں، خدا کیلئے انھیں شری گورو گوبند سنگھ صاحب جو سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہنے تھے، جو بہادر نڈر اور شیر دل تھے، جو ایک جماعت کے واجب الاحترام متعقدا اور امام تھے جو اظہار حق کے لئے اپنی جان تک کو خاطر میں نہ لاتے تھے، دکھیو اور غور کرو کہ وہ حضرت اورنگ زیبؒ کے متعلق کیا کہتے ہیں، وہ کونسی خوبیاں اور محاسن ہیں جو وہ حضرت اورنگ زیبؒ میں تسلیم نہیں کرتے اور بس انشراح صدر کیساتھ حضرت اورنگ زیبؒ کے حق میں رطب اللسان ہو ہو کر بند رغبت تمام اُسے اپنا شہنشاہ تسلیم کرتے ہیں اور طبیب پر بخوشی اپنی آمادگی ظاہر کرتے ہیں اور کفر گڑھ عدو پر قسامت پانے کی ہدایت کرتے ہیں کیا کوئی شخص کسی میں اس قدر خوبیاں تسلیم کر کے اور اسے بر ضا و رغبت شہنشاہ تسلیم کرتا ہوا اس کے ساتھ عداوت اور دشمنی کا اظہار کر سکتا ہے نہیں نہیں، ہرگز ہرگز نہیں اس کے بعد گرو صاحب تلونڈی پہونچے اس جگہہ زمانہ سے تھا جو انہیں سے جدا ہوا تھا آملا، اورنگ زیبؒ کی طرف سے بھی وہیں جواب پہونچا حضرت اورنگ زیب نے لکھا کہ اگر موقع ملا تو میں ضرور نیاز حاصل کرونگا، اگر آپ خود تکلیف فرما کر تشریف

لائیں تو بہت بہتر ہے اور حاکمان پنجاب کے نام احکام بھی جاری کر دیئے کہ آئندہ
آپ سے کوئی مقابلہ آرا نہ ہو چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا، اور جب گورو صاحب کو ہر
طرح سے اطمینان ہوا تو آپ نے گرنتھ صاحب کی تکمیل کی اس سے فارغ ہوکر آپ
بطرف دکن سیاحت کیلئے روانہ ہوگئے کہ وہاں جاکر اورنگ زیب سے ملیں جب آپ بھگور پہنچے
تو معلوم ہوا کہ اورنگ زیب نے سفر آخرت اختیار کیا، اورنگ زیب کی وفات کے بعد اسکے
لڑکوں میں جھگڑا ہوا تو بہادر شاہ نے گورو صاحب سے مدد مانگی گورو صاحب نے بغیر کسی دریغ کے بہادر شاہ
کو مدد دی بہادر شاہ کامیاب ہوکر گورو صاحب کو دار السلطنت میں اپنے ساتھ لیگیا، وہاں سے
فارغ ہوکر بہادر شاہ نے دکن کی سیاحت کا قصد کیا اور گورو صاحب کو بھی اپنے ساتھ لیا،
بادشاہ نے دربار کیا اور بر سر دربار جبکہ راجے اور نواب سب جمع تھے بادشاہ نے گورو صاحب
کی بہادری کی تعریف کی اور جب بادشاہ احمد نگر کو روانہ ہوا تو گورو صاحب برہان پور ٹھہر گئے
اور بہادر شاہ چند روز میں ہی احمد نگر کو جاتا ہوا گولکنڈہ میں گورو صاحب سے ملا اور ایک
نہایت ہی بیش قیمت ہیرا گورو صاحب کی نذر کیا اور آپکو علاقہ ناندیر (دکن) کا حاکم مقرر کیا
جہاں گورو صاحب نہایت امن و سکھ سے اپنی زندگی کے دن گذارنے لگے وطنی دوستوں کی
طرف سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایکدفعہ گورو صاحب دریائے گوداوری کے کنارے پر بیٹھے خدا کی یاد میں مگن تھے
کہ ایک پٹھان نے آپ کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ مگر واقعات اسکی تصدیق نہیں کرتے
شروع سے لیکر آخر تک مسلمانوں نے گورو صاحب کا ساتھ دیا گورو صاحب کی پالکی کو اپنے کندھے پر اٹھانا
سعادت دارین سمجھا گورو صاحب کے حسن عقیدت کے جوئے کو اپنی گردن پر رکھنا اپنی خوش قسمتی خیال
کیا ہر آڑے سے آڑے وقت میں مسلمان گورو صاحب کے کام آئے تو پھر یہ کیسے اور کسطرح ہو سکتا
تھا کہ اس آخری وقت میں کسی مسلمان سے گورو صاحب کو گزند پہنچا ہو یہ امر وہم و گمان سے باہر ہے ہاں آخری ایام میں
گورو صاحب کو گزند پہنچا تو لا ضرور کوئی چندو لال یا دیوان سچدانند اور گنگو رام برہمن کا ہی ہم خصلت ہوگا
ورنہ پٹھان جنھوں نے گورو صاحب کی جان بچانے کیلئے پالکی کو اپنے کندھے پر اٹھایا اور گورو صاحب کو دشمن کی گزند
سے بچانے کیلئے اپنا سپر بنایا، وہ پٹھان جنکے قلوب میں گورو صاحب کیلئے اسقدر محبت و اخلاص کا مادہ ہو بھلا پھر
کیسے اور کسطرح ہو سکتا ہے کہ انکی دل میں کبھی بھولے سے بھی گورو صاحب کی بدخواہی کا خیال پیدا ہو سکتا ہو

ہماری یہ دل و جان سے خواہش ہے کہ ایام سابق میں جسطرح سکھ اور مسلمان باہمی محبت اور پیار سے رہتے تھے، سکھوں اور گورو صاحبان اور مسلمانوں کے باہمی گہرے تعلقات تھے، اور پریم و محبت کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ شری گورو ارجن دیو مہاراج نے جب امرتسر کے مندر کے لئے بنیادی پتھر رکھوانا چاہا تو آپ نے حضرت میاں میرؒ کے مقدس اور مطہر ہاتھوں کو اس بات کیلئے منتخب کیا، حالانکہ اس وقت بڑے بڑے پنڈت بھی ہوں گے، مگر گرو صاحب نے اگر کسی ہاتھ میں برکت دیکھی اور رحمت پائی تو صرف حضرت میاں میرؒ صاحب کے ہی مطہر ہاتھوں میں کیا اب بھی مسلمانوں اور سکھوں میں باہمی پیار اور محبت میں کوئی شک و شبہ رہ جاتا ہے۔

خلاصہ

حضرات! کہاں تک ان واقعات کو پیش کرتا چلا جاؤں، مسلمان بادشاہوں اور مسلمان امراء نے ہر طرح کی رعایت اور ہر طرح کی تعظیم و تکریم گرو صاحبان کی مدِ نظر رکھی، مگر یہ بعض ہندو ہی تھے، کہ اُن کے برخلاف خود بھی جوش سے اندھے ہو رہے تھے اور دوسروں کی آنکھوں میں بھی ان کے برخلاف مٹی ڈالنا چاہتے تھے، مسلمان بادشاہوں نے اپنے جاگیرداروں سے گوروؤں کو تحفے اور نذرانے دلائے، گورو صاحبان اگر بیمار ہوں تو بہ نفس نفیس اُن کی عیادت کیلئے تشریف لیجائیں، گورو صاحبان کا اگر کوئی دشمن پیدا ہو تو مسلمان بادشاہ خود اس کا سر کچلنے کیلئے آگے بڑھیں گورو صاحبان پر الزام لگائے جائیں تو مسلمان بجائے انھیں متہم و ملزم گرداننے کے انہیں موقر و معزز بنائیں، چندو لال چندو لال کا بیٹا کرم چند، گرو صاحب کا چچیرا بھائی مہربان نام، دھیر مل، بھگونا، رام رائے گوبند مہنت، اکرپا داس، دیوان سجدانند، گنگو برہمن، دربار امرت سر کے جملہ پجاری، راجہ بھیم چندر، راجہ کرپال چندر، راجہ کیسری چندر، راجہ سکھدیو، راجہ ہری چندر، راجہ پرتھی چندر راجہ فتح چندر، وغیرہ وغیرہ کون تھے، اور ان کا سکھ گوروؤں سے کیا تعلق تھا، جاؤ سکھوں کے ہاں کی کتابیں پڑھو، آپ ہی پتہ چل جائیگا، کہ یہ دشمن تھے، مار آستین تھے، یہ بھیڑ کے لباس میں بھیڑیے تھے، جو گورو صاحبان کی جان کے لاگو تھے، لیکن ان کے بالمقابل جہانگیر بادشاہ ہے، عالمگیر بادشاہ ہے، اکبر بادشاہ ہے، شاہجہان بادشاہ ہے، فرخ

نائب وزیر ہے حسن خان حاکم لاہور ہے، غنچہ بیگ دو ہزاری ہے حسن علی شاہ عربی ہے، سیف علی خان ہے، سید بڈھن شاہ ساڈھوروی ہے، سید بڈھن شاہ ساڈھوروی کا بڑا لڑکا ہے (جو راجوں کی لڑائی میں گورو صاحب کی حمایت میں مارا گیا) نبی خان اور اسکا بھائی غنی خان ہے۔ قاضی پیر محمدؐ قاضی ہے حضرت میانمیر صاحب ہیں، حضرت جلال الدین صاحب سجادہ نشین، حضرت نظام الدین اولیاء ہیں، شیخ جان محمدؐ صاحب لاہوری ہیں، شاہ محمد اسماعیل صاحب ہیں، نواب مالیر کوٹلہ ہے، نواب مونڈھو ہے نواب روپڑ ہے شہزادہ دارا شکوہ ہے، اور اور امراء و رؤساء و فقراء و صوفیاء ہیں، جو گورو صاحبان کے دوست ہیں اور گورو صاحبان کے پسینہ کی جگہہ اپنا لہو بہانیوالے ہیں، جو گرو صاحبان کی مدد کرنے والے ہیں، جو گرو صاحبان کے اعزاز و اکرام کو بٹہ لگانا تو کجا دو بالا کرنے والے ہیں، پھر ان سب امور کے ہوتے ہوئے کیسے یہ کہا جا سکتا ہے، کہ مسلمان سکھوں کے دشمن تھے، اور انھوں نے گورؤوں کے بچوں کو قتل کرا دیا۔

ہماری یہ دل و جان سے دعا ہے کہ خدا ہمارے دلوں میں بھی وہی محبت اور پریم کی لہر جاری کر دے، اور آجکل کے سکھ اور مسلمان بھی اپنے بزرگان اسلاف کے نقش قدم پر چلکر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے ہوئے اپنے بزرگوں کی پاک اور مقدس ارواح کی برکات حاصل کریں اور نیک دعائیں اپنے حق میں لیں۔

جو کچھ گذرا بحیثیت مجموعی نہ تو اس کے لئے مسلمان مطعون ہو سکتے ہیں اور نہ ہندو، بلکہ ہمارے سکھ دوستوں کو ماضی کے واقعات ماضی میں ہی دفنا دینے چاہئیں اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر او نہیں کم از کم واقعات سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے

سکھ صاحبان سے چوبیس (۲۴) سوالات

۱۔ اگر حضرت باوا نانکؒ صاحب نے اسلام اور ہندوازم سے کوئی الگ مذہب نکالا تو مذہب کیلئے ایکطرف روحانیت اور دوسری طرف شریعت کی اشد ضرورت ہے بدوں اس کے مذہب مکمل و مستقل نہیں، اسلئے بتلایا جاوے کہ باوا صاحب کونسی شریعت لائے جبکہ وہ فرماتے ہیں "بدعت کو دور کر قدم شریعت راکھ" اب سکھ صاحبان کی وہ کونسی شریعت ہے جس میں بیاہ شادی، طلاق، خلع، بیع وشریٰ معاملات اور کس کس سے نکاح جائز اور کس سے حرام ہے اور باہمی لین دین مرد و زن کے تعلقات اور معاشرت وغیرہ کے لئے احکام ہوں،

۲۔ اگر باوا صاحب مُردہ کے جلانے کے حامی اور زمین میں دفنانے کے منکر تھے، تو اس عبارت کا کیا مطلب "زن، پسر، پدر، برادران کس نیست دستگیر ٭ آخر بیفتم کس نہ دارد چوں شود تکبیر" اور باوا صاحب کی لاش جلائی یا دفنائی گئی اور جلائی گئی تو کہاں۔

۳۔ اگر باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے تو آپ کے ان اقوال کا کیا مطلب ہے "ایہو جنم نہ مریں نہ آویں نہ جائیں۔ نانک گورمکھ من سمجھائیں۔

۴۔ اگر سکھ مذہب میں کیس رکھنے کی تاکید یا فرض ہے تو گرنتھ صاحب کے اس شلوک کا کیا مطلب ہے "کبیر پریت کر اک سوں ات بدھ دبدھا جائے ٭ بھاویں لانبے کیس رکھ بھاویں گھر رمنڈائے"

۵۔ اگر باوا صاحب اسلام سے محبت نہ رکھتے تھے تو اس شلوک کا کیا مطلب۔

ہوئے مسلم دین مہانے، مرن جیون کا بھرم چکانے (شری گرنتھ وار آسا محلہ ۱)

۶۔ اگر باوا صاحب کلمہ طیبہ کا احترام نہ کرتے تھے تو اس شلوک کا کیا مطلب ہے۔ "نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب ٭ صاحب کا فرمایا لکھیا وچہ کتاب ٭ دوزخ دنیا دہ چڑھے جو کہے نہ کلمہ پاک،" (جنم ساکھی ص ۱۴۳)

۷۔ اگر باوا صاحب نماز روزہ کا احترام نہ کرتے تھے تو پھر ان شلوکوں کا کیا مطلب ہے " خصم کی نذریں دلیں پسندی جھنیں اک کر دھایا ٭ تہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائے

لعنت برسر تنہاں دے جو ترک نماز کریں ⁂ تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گنویں

جمع کر نام دی بہ پنج نماز گذار ⁂ باجھوں نام خدا بیدے ہوسیں بہت خوار

۸۔ اگر گرنتھ صاحب کے نزدیک نماز کا احترام نہیں تو ان شلوکوں کے کیا ارتھ کئے جائینگے۔

فریدا بے نمازا کتیا ایہہ نہ بھلی ریت ⁂ کدی چل نہ آیوں پنجے وقت مسیت

اٹھ فریدا وضو ساج صبح نماز گذار ⁂ جو سر سائیں نہ نویں سو سر کپ اُتار

جو سر سائیں نہ نویں سو سر کیجے کائیں ⁂ کُنّی ہیٹھ جلائیے بالن سندے تھائیں

۹۔ اگر باوا صاحب آنحضرت صلعم سے عقیدت نہ رکھتے تھے تو ان شلوکوں کا کیا مطلب ہوگا۔

"پیر پیغمبر سالک شہدے اور شہید، شیخ مشائخ قاضی مُلاں درویش رسید ⁂ برکت تنہاں اگلی جو پڑھدے رہن درود

اگے پہر بھوندے رہن کھاون سنڈے سول ⁂ دوزخ پوندے کیوں رہن جاں چیت آوے رسول

۱۰۔ اگر باوا صاحب عقیدت سے حج کعبہ کیلئے نہیں گئے تو پھر ان شلوکوں کا مطلب کیا ہوگا

بابا پھر مکے گیا نیلے بستر دھارے بن والی ⁂ عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلیٰ دھاری نہ بیٹھا جا مسیت

وچہ جتھے حاجی حج گذاری ⁂ ۱۱۔ اگر باوا صاحب قیامت کے قائل نہ تھے تو اس شلوک کا کیا مطلب

چھڈو سبھے نعمتاں قیامت نوں کر یاد ⁂ جیسا اوڈسی روں جوں جے پلیا تھے سواد

۱۲۔ اگر سکھ کتب میں فرشتوں کا ذکر نہیں تو ان شلوکوں کا مطلب کیا لیا جائیگا۔

جب عزرائیل لیسی تب چکارے بدائے ⁂ اسرافیل فرشتہ جب پھوکے سی کرنائے۔

۱۳۔ اگر باوا صاحب کا قرآن مجید پر ایمان نہ تھا تو ان شلوکوں کا کیا مطلب ہے۔

کل پیدا ان کتیب قرآن پوتھی پنڈت رہی پران ⁂ توریت، انجیل، زبور ترے پڑھ سُن ڈٹھے وید

رہی قرآن کتیب کل جگ میں پروان ⁂ تیہہ حرف قرآن دے تیہے سپارے کیں

نس وچہ پند نصیحتاں سُنکر کرو یقین، (جنم ساکھی صہ ۲۲۲)

۱۴۔ اگر باوا صاحب اسلام سے وابستگی نہ رکھتے تھے تو پھر ڈیرہ بابا نانک میں باوا صاحب کا چولہ جس پر قرآن کی آیتیں اور کلمہ طیبہ و شہادت لکھی ہوئی ہیں، اور نیز یہ آیت ان الدین عند اللہ الاسلام یعنی اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے اور مقام گورو ہر سہائے ضلع فیروزپور باوا صاحب کی حمائل شریف کیوں رکھی ہے اگر ان سے عقیدت نہ تھی تو اسکی جگہ اور کتاب گورمکھی وغیرہ کی کیوں نہ رکھی۔ ۱۵۔ اگر باوا صاحب مسلمان فقرا اور صوفیا سے کوئی وابستگی نہ رکھتے تھے تو شیخ فرید سے ملکر لمبا سفر کیوں کیا اور ان سے گیان دھیان کی باتیں

کیوں کیں، بخلاف انکے کسی ہندو پنڈت یا سنیاسی وغیرہ سے کیوں ایسا نہ کیا اور گوروارجن دیوجی نے سری دربار صاحب امرتسر کا بنیادی پتھر حضرت میاں میر کے دست مبارک سے کیوں رکھوایا، بخلاف انکے خود اپنے ہاتھوں یا پنڈت جوگی سنیاسی کے ہاتھوں سے کیوں نہ رکھوایا ۱۶ اگر باوا صاحب کو اسلام سے لگاؤ نہ تھا تو سرسہ، پاک پٹن، ملتان اجمیر شریف، مقابر صوفیا اسلام میں چلے کیوں کئے، ۱۷۔ اگر پانچ ککے سکھ مذہب میں ضروری اور فرض ہیں، تو گرنتھ صاحب میں ان کا ذکر کیوں نہیں، ۱۸۔ اگر جھٹکہ سکھ مذہب میں ضروری اور جائز ہے تو گرنتھ صاحب میں دکھایا جاوے، ۱۹۔ اگر امرت چھکنے کے بغیر یعنی پاہل بغیر پوہل سے مطلب یہ کہ جب تک اپنے نام کے ساتھ سنگھ کا اضافہ نہ کرالے تب تک مکمل سکھ نہیں ہو سکتا، اگر اس بات کو درست مانا جائے تو دسم گورو سے پہلے گورو صاحبان اور انکے متبعین کے متعلق ہمارے دوست سکھ کیا کہیں گے۔ ۲۰۔ کیا امرت چھکنے یا پوہل لیکر سکھ بننے کا ارشاد شری گرنتھ صاحب آد میں ہے، اگر ہے تو ظاہر کیا جائے، اگر نہیں تو پھر اس پر سکھ مذہب کا مدار کیوں، ۲۱۔ کیا باوا صاحب مکہ معظمہ ہندو بنکر گئے تھے یا مسلمان ہوکر۔ ۲۲۔ سکھوں کے مشہور مؤرخ بھائی کرم سنگھ صاحب جب جدہ سے آگے جانے لگے تو روکا گیا اور کہا گیا کہ مسلمان ہوکر جا سکتے ہو انھوں نے منظور نہ کیا اور واپس آگئے تو پھر حضرت باوا صاحب کے متعلق یہ کیسے گمان ہو سکتا ہے کہ انھوں نے وہاں جاکر صداقت سے کام نہ لیا ہو۔ ۲۳۔ اگر باوا صاحب مسلمان نہیں تھے تو جنم ساکھی میں عمر خاں کے السلام علیکم نانک جی کے جواب میں باوا صاحب نے وعلیکم السلام خاں صاحب کیوں کہا،

۲۴۔ اگر باوا صاحب مسلمان نہیں تھے تو ان کے ان اقوال۔

"چار کوٹ اسلام کریں گے گھر گھر صفت تمہاری،، (گرنتھ صاحب جنم ساکھی ہندوستانی)

یعنی چاروں طرف اسلام کی منادی ہوگی تو کوئی گھر خدا کی صفت سے خالی نہیں رہیگا اس کا کیا مطلب ہے۔
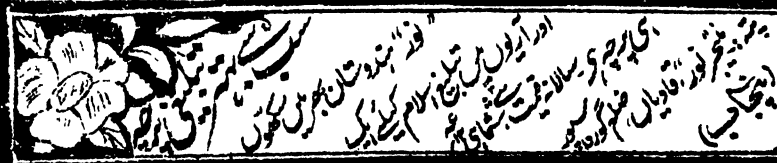
سکھ لٹریچر میں حضرت مسیح موعود کے متعلق پیشگوئی

پیشتر اس کے کہ میں اپنے مضمون کو ختم کروں میں دوستوں پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں، کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے متعلق جہاں اور مذاہب کی کتب میں پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں وہاں سکھ مذہب کی کتب میں بھی موجود ہیں چنانچہ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۵۰ پر حضرت باوا نانک صاحب فرماتے ہیں :-

"مردانے نے کہیا جو نرنکار وچ تے آپ وچ کوئی فرق نہیں، تاں گروجی کہیا، مردانیاں! اکرتار نوں سبھے پیارے اکو جیسے ہندے ہن، پھر مردانے نے کہیا، گرو بھگت کبیر جیسا بھی کوئی بھگت ہوسی، تاں گرو صاحب نے کہیا، کہ مردانیاں، ہوسی، پر اساں پچھے سو سال تھیں بعد ہوسی، اک نرنکار دی آس رکھسی، تاں مردانے نے کہیا کیہڑی تھائیں ہوسی تے کیہڑے ملک وچ ہوسی، تاں گروجی نے کہیا، مردانیاں وٹالے دے پرگنے وچ ہوسی، سن مردانیاں! نرنکار دے بھگت اکو روپ دے ہندے ہن، پر اوہ کبیر نالوں وی وڈا ہوسی، شری گوروجی مردانے اگے سینا پربت نوں ایہہ گل کر دے چلے گئے"۔

مطلب :- حضرت باوا نانک نے مردانے کو کہا، خداوند تعالیٰ کے سب بھگت یکساں ہیں، پھر مردانے نے کہا کہ کوئی خدا کا بھگت کبیر سے بھی بڑھکر ہوگا۔ تو شری گورو نانک جی نے کہا، ہاں مردانیاں ایک ہوگا، اور ہم سے صد سال پیچھے کے زمانہ میں ہوگا، یعنی سو سال کے بعد آنیوالے زمانہ میں آئیگا، اس کے اندر نہیں، وہ صرف ایک وحدہٗ لاشریک کا ہی سہارا لیگا، علاوہ خدا کے وہ اور کسی پر نظر نہیں رکھیگا۔ تو مردانے نے کہا، وہ کس جگہ ہوگا اور کس ملک میں۔ تو حضرت باباجی نے جواب دیا کہ بٹالہ کی تحصیل میں ہوگا، اگرچہ سب خدا کے پیارے ایک ہی روپ کے ہوتے ہیں مگر اسے

مردانیاں وہ بھگت کبیر سے بھی بڑا ہوگا اگرو صاحب مردانہ سے یہ کہتے ہوئے سینا پہاڑ کی طرف چلے گئے۔

اس پیشگوئی میں حضرت باوا نانک صاحب نے بتلایا ہے کہ میرے بعد جو سو سال پیچھے آئیگا، وہ صرف خدا پر سہارا رکھیگا، اب دیکھو حضرت مسیح موعود نے دعاؤں پر کس قدر زور دیا ہے آپ کے ہر لفظ سے دعا اور خدا کا سہارا اظہر ہے اس فیج اعوج زمانہ میں لوگوں کے قلوب سے خدا خوفی اور خدا ترسی بالکل مفقود ہو چکی تھی، لوگ دعاؤں کو جو اسلام کی روح رواں ہے ایک بیکار چادر کی طرح پھینک رہے تھے حضرت مسیح موعود نے آکر بتلایا، اگر تم چاہتے ہو کہ وہ قادر مطلق خدا اپنی قدرت کاملہ سے تمہاری مدد کرے اور تم دنیا میں ترقی کرو، تو تم پھر اس دعا کی چادر کو لیکر اوڑھ لو جسکو اوڑھ کر پہلے لوگ حیوان سے انسان اور انسان سے باخدا انسان بن گئے، تو حضرت باوا نانک کی پیشگوئی سے اگر کوئی برگزیدہ کبیر بھگت سے افضل نظر آتا ہے اور باوا صاحب کی پیشگوئی کے حرف بحرف پر پورا اترتا ہے تو وہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہے پھر دسم گرنتھ صاحب میں لکھا ہے:-

نہہ کلنگ شش کا کاٹا سیسا	شتری اس کیت جگت کے عیسیٰ
بھوپن پر شٹ گگن تے بھئی	سب ہن آن دوہائی دی
دھنیو دھن لوگن کے راجا	دشٹن وہ غریب نوازا
اکھل بھون کے سرجنہارے	داس جان موہ لیوا ابھارے

مطلب:- اس آنیوالے کا نام عیسیٰ ہوگا، وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے نہیں ہوگا وہ کسی خاص قوم اور کسی خاص ملک کیلئے نہیں ہوگا، بلکہ تمام جگت یعنی روئے زمین اور کل دنیا کیواسطے مسیح ہوگا، اور اس کی تلوار دعا ہوگی، اور اس دعا کی تلوار سے ہی اپنے دشمن کا سر کاٹیگا۔ اس کی دعاؤں میں خاص سوز وگداز ہوگا، اور وہ دعا کے ہتھیار سے ہی اپنے زبردست مقابل میں آنیوالے دشمن کو زیر کریگا۔ (ذرا پنڈت لیکھرام کے متعلق پیشگوئی کو مدنظر رکھا جائے) اس کی دعاؤں کو آسمان قبول کریگا، فرشتے آسمان سے پھولوں کی

بارش کرینگے سب لوگ مبارک مبارک کہینگے، اس کی دعائیں ظالموں کیواسطے آہ خانہ سوز ہونگی اور غریبوں کیلئے ابر رحمت ۔ پھر شری گرنتھ صاحب آد (جس پر سکھ مذہب کا مدار ہے) کی بسنت ہنڈول محلہ ا گھر ۲ گورمکھی چھوٹا سائز صفحہ ۱۱۰۵ اردو صفحہ ۸۹۴ پر شری گورو نانک دیو جی مہاراج کا یہ شلوک درج ہے ؎

کوزہ بانگ نماز مصلیٰ نیل روپ بنواری
گھر گھر میاں سبھناں جیاں بولی اور تمہاری
جے تو میر ہیپت صاحب قدرت کون ہماری
چار کوٹ اسلام کرینگے گھر گھر صفت تمہاری

یعنی شری گورو نانک دیو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنیوالا مہاتما طہارت، اذان نماز اور مسجدوں کے آباد کرنے کیلئے بہت زور دیگا، اس کا روپ بنواری یعنے وہ "مثیل کرشن" ہوگا۔ اور "روپ بنواری" یعنی "مثیل کرشن" کی شان بہت بلند ہے، مشرق و مغرب شمال وجنوب چار اطراف اس کے سامنے جھکیں گے۔ اور ہر ایک گھر میں اس کی چرچہ اور تعریف ہوگی، یہہ شلوک اب کسی مزید تشریح کے محتاج نہیں ہیں صاف ظاہر ہے کہ "روپ بنواری یعنی مثیل کرشن" ہونے کا صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی دعوے کیا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ سکھ صاحبان حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے ان مذکورۃ الصدر اقوال پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں، خدا انھیں ایسا کرنیکی توفیق دے۔

تبلیغ کیلئے بے نظیر کتابیں
باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب
یہ وہ جامع کتاب ہے کہ جس میں ہندوؤں کے کل عقائد وید
سمرتی، پران (۲) چھوت چھات (۳) تیرتھ (۴) جنیو (۵) مورتی
پوجا (۶) ستونک (۷) اوتار (۸) گئو پوجا (۹) مردے کا جلانا (۱۰)
ذبیحہ یا جھٹکا (۱۱) تناسخ (۱۲) سکھوں کے پانچ ککے ... گرنتھ
صاحب اور حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ کے اقوال سے ثابت
کیا گیا ہے کہ حضرت موصوف نے ان عقائد کی تردید
کی ہے برخلاف اس کے مسلمانوں کے عقائد ...
دل و جان سے قائل تھے مثلاً (۱) کلمہ طیبہ (۲) ... (۳)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (۴) حج کعبہ (۵) قیامت پر ایمان
(۶) عقیدہ ملائکہ (۷) قرآن مجید پر ایمان (۸) صوفیائے
کرام اور حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ صاحب (۹) حضرت باوا صاحب کے اقوال
کا ماخذ قرآن مجید ہے۔ پھر اخیر پر اس کتاب میں ایک نہایت
مدلل اور مبسوط مضمون تاریخی نقطہ خیال سے درج ہے جس
میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ شاہان اسلام ہمیشہ گورو صاحبان
کے حامی و مددگار رہے۔ اور سکھ گوروؤں کے پانی کی جگہ
اپنا پسینہ بہایا۔ اس کتاب پر ہندوستان کی ۲۰ چوٹی کے اخبارات
نے نہایت ہی زبردست ریویو میں یہ ظاہر کیا ہے کہ سکھوں
اور ہندوؤں میں تبلیغ کے لئے یہ ایک بے نظیر کتاب ہے
ہندو دہرم کی حقیقت
یعنی سناتن دہرم پر ایک تنقیدی نظر۔ آج تک مسلمانوں
کی طرف سے اس مذہب کے متعلق بہت ہی کم لٹریچر مہیا
کیا گیا ہے حالانکہ یہ لوگ آریوں کی نسبت اسلام سے قریب
ہیں۔ اسلئے اس قابل قدر کتاب سے ایک بڑی بھاری ضرورت
کو پورا کیا ہے۔ اس معرکۃ الآرا کتاب میں حسب ذیل
مضامین ہیں (۱) ویدوں کی حقیقت (۲) کیا وید الہامی ہیں
(۳) ہندوؤں کا مسئلہ اوتار (۴) اوتاروں کی تقسیم (۵)
ست جگ کے اوتار (۶) ایشور مچھلی کے روپ میں
(۷) ایشور کچھوے کے روپ میں (۸) ایشور سور کے
روپ میں (۹) ایشور نصف انسان اور نصف حیوان
کے روپ میں (۱۰) ترتیا جگ کے اوتار (۱۱) ایشور
باونے کے روپ میں (۱۲) ایشور کلہاڑے والے کے
روپ میں (۱۳) رام اوتار (۱۴) دواپر جگ کے اوتار
(۱۵) کرشن اوتار (۱۶) بدھ اوتار (۱۷) ضرورت اسلام پر
سوامی دیانند کی شہادت (۱۸) مذہبی رواداری اور برکات
اسلام پر ہندو لیڈروں کی شہادت وغیرہ گویا ہندوؤں
کی کتب جو ہزارہا اوراق پر پھیلی ہوئی ہیں اور آجتک اُن
کتب میں درج شدہ مضامین کی بھنک تک بھی مسلمانوں
کے کانوں میں نہ پڑی تھی یہ اُن کل کتب کا نچوڑ ہے۔